جلد ۲۲ شمارہ ۱۱

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلسِ انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

نبوت ۱۳۶۰ ہش

نومبر ۱۹۸۱ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

محرم ۱۴۰۲ ہجری

نبوت ۱۳۶۰ ہش

نومبر ۱۹۸۱ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

مدیران اعزازی

ملک صلاح الدین صاحب بھارت - مبارک احمد صاحب ساقی لنڈن

کمال یوسف صاحب سیکنڈے نیویا

سالانہ چندہ:- ۱۵ روپے ۔ فی پرچہ ڈیڑھ روپیہ

فہرست مضامین

پبلشر:- چوہدری محمد ابراہیم

ناشر:- سید عبدالحی

مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

کتابت:- محمد رفیق احمد ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شمارہ ۱۱	ماھنامہ انصاراللہ ۔ ربوہ	جلد ۲۲

نبوّت ۱۳۶۰ ہش

مُبارک لمحات مُبارک ایّام

الحمدللہ انصاراللہ کا سالانہ اجتماع اپنی روایات کے مطابق مرکز سلسلہ میں منعقد ہوا۔ نہ صرف پاکستان کے گوشہ گوشہ سے اراکین اس میں شامل ہوئے۔ بلکہ بنگلہ دیش ، انگلستان ، جرمنی ، ایران اور کینیڈا سے بھی نمائندگان نے اس میں شرکت کی۔

نو سو چھتیس ۹۳۶ مجالس میں سے آٹھ سو بیالیس ۸۴۲ مجالس کے نمائندگان اس میں شریک ہوئے۔ امسال پچھلے تمام سالوں سے حاضری سوا تھی۔ تیرہ سو پانچ ۱۳۰۵ نمائندگان شریک ہوئے۔ کل اراکین چھیالیس سو ۴۶۰۰ تھے اور زائرین اس کے علاوہ اکتیس سو سینتالیس ۳۱۴۷ تھے۔ قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر ایدہ اللہ تعالیٰ نے حاضری پر خوشنودی کا اظہار فرماتے ہوئے جن مجالس کے نمائندگان شریک نہ ہو سکے ان کے بارہ میں فرمایا جو نہیں آئے انہیں فکر کرنی چاہیئے۔ اور ہمیں اُن سے زیادہ اُن کی فکر کرنی چاہیئے۔ اور یہی درست ہے اگر ایک مجلس کا نمائندہ بھی نہیں آتا تو ہمیں اس کی بھی فکر کرنی چاہیئے۔ ہم نے حاضری سو فیصد کرنی ہے۔ اور مجالس اور کام کرنے والوں کو حضرت اقدس کے اس ارشاد کی تعمیل دل و جان سے کرنی چاہیئے۔

اس سال سالانہ اجتماع مسجد اقصیٰ کے صحن میں منعقد ہوا۔ کہ اب انصاراللہ کے دفتر کا میدان اس کے لئے کافی نہیں۔ الحمدللہ کہ ذیلی تنظیمیں مضبوط سے مضبوط تر ہو رہی ہیں۔ امسال خدام الاحمدیہ کے اجتماع کی حاضری گذشتہ تمام سالوں سے بہت بڑھ کر تھی۔ اور یہی حال انصاراللہ کے اجتماع کا تھا۔

حضور کی افتتاحی اور اختتامی تقاریر کے وقت حاضری بہت خوش کن تھی۔ اختتامی تقریر کے وقت تو ایک طرف سے قناتیں ہٹانا پڑیں۔ اختتامی دُعا بہت پُر کیف اور سوز سے بھری ہوئی تھی۔

ان ایّام میں صرف پانچوں نمازیں ہی نہیں تہجد بھی باجماعت ہوتی تھی۔ خدا کے عاجز بندے اجتماعی طور پر اپنے خالق و مالک کے

سامنے سجدہ ریز ہو کر اس کی رضا، عفو، محبّت طلب کرتے۔ وہ اپنی حاجتیں اور مرادیں اس مشکل کُشا کے سامنے پیش کرتے۔

تقاریر میں سوائے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے کوئی دوسری بات نہ تھی۔ کسی سیاسی مسئلہ پر نہ کوئی تقریر تھی نہ کوئی گفتگو کرتا نظر آیا۔ ان ایام میں ذکر الٰہی، آہوں سسکیوں سے فضا معمور رہی۔ اجتماع کے پنڈال میں ہر طرف لا الٰہ الا اللہ کے بینر لٹکے ہوئے تھے سٹیج کے اوپر افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ آویزاں تھا۔ ہر طرف بانیٔ سلسلہ کی تعلیم پر مشتمل عبارتیں دلوں کو نیکی کی طرف رغبت دلا رہی تھیں۔

عجیب تھے انصار اللہ کے اراکین۔ مجلس میں اس خاموشی اور وقار سے جم کر بیٹھے ہیں کہ گویا اُن کے سروں پر پرندے ہیں۔ علمی مقابلے ہو رہے ہیں۔ مذہبی سوالات و جوابات کی مجلس جمی ہے۔ کچھ وقت تفریح کے لئے بھی مہیّا کیا جاتا ہے۔ جس میں یہ پچاس ساٹھ سالہ جوان ورزشی مقابلے کرتے ہیں۔ رسہ کشی کرتے ہیں۔ کلائی پکڑتے ہیں۔ والی بال کا مقابلہ کرتے ہیں۔ دَوڑ میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور پھر اپنے آقا کے دستِ مبارک سے انعامات حاصل کرتے ہیں ـــــ نہ اس اجتماع میں میلوں ٹھیلوں کی کیفیت ہے۔ نہ کوئی بدعت نظر آتی ہے۔ کسی شخص کو جھگڑا تو کجا اُونچے بولتے بھی نہیں دیکھا۔ کیا پُر کیف تھے یہ لمحات اور کتنے مبارک تھے یہ ایام۔ جی تو یہ چاہتا تھا کہ ہمیشہ یہی لیل و نہار رہیں۔ لیکن انسان کے ساتھ اور علائق بھی ہیں۔ اور اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ ان ایام میں دل دُھل جاتے ہیں۔ اور یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس مادی دنیا سے بہت دُور کسی اور ہی دُنیا میں شب و روز بسر کر رہے ہیں۔ ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت حنظلہؓ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔ ابو بکر! دل کی کیفیت وہ نہیں رہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتی ہے۔ مجھے تو اپنے میں منافقت کی بُو آتی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حنظلہؓ محسوس تو مَیں بھی ایسا ہی کرتا ہوں۔ چلو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ چنانچہ دونوں بزرگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حنظلہ نے عرض کی نافق حنظلۃ یا رسول اللہ۔ اے خدا کے رسولؐ حنظلہ منافق ہو گیا۔ فرمایا کیا ہُوا۔ عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ہم کسی اور ہی دُنیا میں ہیں۔ گھر جاتے ہیں تو دل کی کیفیّت وہ نہیں رہتی۔ اللہ اللہ منافقت کی کتنی باریک تعریف کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا تو فرمایا۔ اگر تمہاری کیفیت گھر میں بھی وہی رہے تو لصافحتکم الملائکۃ تو فرشتے تم سے مصافحہ کریں۔ مراد یہ کہ انسان ہر وقت تسبیح و تحمید میں ہی نہ لگا رہے اسے کچھ حقوق العباد کی بھی ادائیگی کرنی ہے۔ جب حضرت ابو درداءؓ نے دن کو روزہ اور رات کو تہجد پر مداومت کی۔ اور بیوی بچّوں کی حالت دگرگوں ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا ابو درداءؓ تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔ بے شک مومن کا کمال یہی ہے کہ ان سب ذمّہ داریوں کو ادا کرے۔ اس لئے کہ یہ ذمّہ داری اس کے خالق و مالک نے اس پر ڈالی ہے۔ اس لئے اس کا سارا عمل نیکی ہے۔ کہ یہ خدا کے ارشاد کی تعمیل ہے۔ یہ قصّہ عبادت بھی بن جاتا ہے۔ جب خدا کے حکم کی تعمیل میں ہو۔

یہ دن ہمیشہ نہیں رہ سکتے لیکن مبارک ہیں وہ جنہیں یہ دن میّسر آتے ہیں اور مبارک ہیں وہ جو ان ایام سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور ہمارے لئے تو ایسے بابرکت دن مہیّا کئے جاتے ہیں۔ اکتوبر میں خدام۔ انصار۔ لجنہ۔ اطفال اور ناصرات کا اجتماع۔ اس کے بعد

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر عظیم روحانی اجتماع۔ پھر مارچ، اپریل میں مجلس شوریٰ۔ گرمیوں کی تعطیلات میں تعلیم القرآن کلاس اور خدام الاحمدیہ کی تربیتی کلاس۔ پھر مقامی اجتماع جو سال بھر ہوتے رہتے ہیں۔

ضرورت ہے کہ ہم اپنی اولاد اور ان افراد کو جو ہمارے زیر اثر اور زیر تربیّت ہیں۔ ان میں شمولیّت کیلئے تحریک کرتے رہیں کہ ہر راعی سے اس کی رعیّت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ باپ گھر کا راعی ہے۔ اور اس کی رعیّت اس کی اولاد ہے۔ اور قیامت کے دن اس سے ان کے بارہ میں مسئولیت ہوگی۔

امام ڈھال ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الامام جُنّۃٌ یقاتَلُ من ورائہٖ۔ کہ امام ڈھال ہے۔ جس کے پیچھے رہ کر لڑا جاتا ہے۔ جب تلوار اور نیزوں اور تیروں کی لڑائی تھی۔ اس وقت شاہسوار میدانِ جنگ میں زرہ اور ڈھال کے بغیر اُتر نہیں سکتا تھا۔ وہ دشمن کے وار کو ڈھال پر سہتا۔ ڈھال اس کی حفاظت کرتی۔

جنگِ اُحد میں جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے حضرت طلحہؓ آپ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے تیروں سے اپنی ڈھال کے ذریعہ بچاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں جانب ہوکر یا اپنے پنجوں پر کھڑے ہوکر دشمن کو دیکھتے تو طلحہؓ عرض کرتے۔ حضور آج میرا سینہ دشمن کے سامنے ہے۔ اب آپ اس اوٹ سے نہ نکلیں مبادا دشمن کا کوئی تیر آپ کو لگ جائے۔ اور پھر اپنی ڈھال پر دشمن کا ہر تیر لیتے رہے۔

ایک صحابی فرماتے ہیں۔ جنگ میں جب گھمسان کا رن پڑتا۔ تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ طلب کرتے۔ ایک یہ مفہوم ہے الامام جنّۃٌ یقاتل من ورائہٖ کا۔ ایک اس کا وسیع مفہوم ہے کہ اگر چاہتے ہو کہ تم میدانِ وغیٰ میں کامیاب رہو تو تمہیں امام کے پیچھے صف بستہ رہنا ہوگا۔ تمہیں اپنی صلاحیتوں اور استعدادوں کو اس کے ہاتھ میں اور اس کے حکم کے تحت کرنا ہوگا۔ تمہیں اس کی آواز پر کان دھرنا ہوگا۔ تمہیں اس کی ماننا ہوگا کہ کامیابی کا یہی راز ہے۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جب وہ ڈھال کے پیچھے نہ رہے۔ تو میدان اُن کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اُن کی وحدت پارہ پارہ ہوگئی۔ اور وہ دشمن کا شکار ہوگئے۔

خدا کا شکر اور احسان ہے کہ اس نے پیشگوئیوں کے مطابق ہمیں پھر نعمت سے متمتع فرمایا۔ ہمیں پھر حبل اللہ سے منسلک ہونے کی توفیق ایزدی نصیب ہوگی۔ پس اسے تھام لو۔ اسے تھام رکھو۔ اسے مضبوطی سے پکڑ لو کہ ارشاد خداوندی ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرّقوا۔

پچھلے شمارہ میں حضرت مولانا شیر علی صاحب پر جو مضمون شائع ہوا یہ وہ مقالہ ہے جو مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے اجتماع انصاراللہ منعقدہ ۱۹۸۰ء پر پڑھا تھا۔

ملفوظات

کلام الامام ، امام الکلام

نجات کا سرچشمہ ــــ قرآن

"میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے۔ وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظلّ تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو۔ اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا الخیر کلّه فی القرآن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچّ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدّم رکھتے ہیں تمہاری فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن ہی ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچّ سچّ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی۔ اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔ اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس ایسی نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دُنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔"

(کشتی نوح صہ ۲۴)

وَقَدْ نَوَّرَ الْفُرْقَانُ خَلْقًا بِنُوْرِهٖ

اور قرآن نے اپنے نُور سے مخلوق کو روشن کر دیا ہے

وَقَدْ نَوَّرَ الْفُرْقَانُ خَلْقًا بِنُوْرِهٖ ٭ وَلٰكِنَّكُمْ عُمْيٌ فَكَيْفَ اُبَصِّرُ
اور قرآن نے اپنے نُور سے مخلوق کو روشن کر دیا ہے　　لیکن تم تو نابینا ہو پس میں تم کو کیسے دکھاؤں

اَلَا اِنَّهٗ قَدْ جَاءَ عِنْدَ مَفَاسِدٍ ٭ اِذَا مَا انْتَهَى اللَّيْلَاءُ فَالصُّبْحُ يُحْشَرُ
سنو! قرآن تو مفاسد کے وقت آیا ہے۔　　جب رات ختم ہو جاتی ہے تو صبح نمودار ہو جاتی ہے

تَرٰى صُوْرَةَ الرَّحْمَانِ فِىْ خِدْرِ سُوْرَةٍ ٭ فَهَلْ مِنْ بَصِيْرٍ بِالتَّدَبُّرِ يَنْظُرُ
خدا کی صورت اس کی سورتوں کے پردہ میں دکھائی دیتی ہے۔　　کوئی دیکھنے والا ہے جو تدبّر کے ساتھ دیکھ لے

تَرَاءَ لَنَا الْحَقُّ الْمُبِيْنُ بِقَوْلِهٖ ٭ وَاٰيَاتُهٗ دُرَرٌ وَّمِسْكٌ اَذْفَرُ
اس کی باتوں سے ہم کو حق دکھائی دے رہا ہے۔　　اس کی آیات موتی اور خالص کستوری ہے۔

قرآن خدائے لم یزل کی آخری شریعت ہے۔ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے ایک روایت ترمذی حدیث میں آتی ہے جس میں قرآن کے بارہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا بڑا جامع و مانع کلام وارد ہوا ہے۔ فرمایا صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلّم نے　اللہ کی اس کتاب میں پہلوں کی بھی خبر ہے اور جو آئندہ ہوگا اسکی بھی اطلاع دی گئی ہے۔ یہ کلام تمہارے درمیان فیصلہ کُن ہے۔ حق و باطل کی کسوٹی یہ ہے۔ اس میں کوئی غیر سنجیدہ بات نہیں۔ جو اس کو تکبّر کی وجہ سے چھوڑتا ہے۔ اللہ کا قہر اس پر ٹوٹے گا۔ جو ہدایت اس کے سوا کہیں سے طلب کرے گا۔ اللہ اسکو کبھی ہدایت نصیب نہیں کرے گا۔ یہ اللہ کے قرب کے حصول کا قوی سبب ہے۔ یہ خدا کی طرف سے وعظ و تذکیر ہے۔ اور یہی صراطِ مستقیم ہے۔ یہ وہ کلام ہے کہ خواہشات اس میں کجی پیدا نہیں کر سکتیں۔ زبانیں اس میں　نہیں پیدا کر سکتیں۔ علماء اسکے معارف سے سیر نہیں ہو سکے۔ کثرت غور و فکر سے اسکے معارف پرانے نہیں ہوتے۔ نہ اس کے عجائبات کبھی ختم ہوں گے۔

(ترمذی ابواب فضائل القرآن باب ماجاء فی فضل القرآن)

بوجہ سنسر
ص ٦ تا ١٤ موجود نہیں ہیں

حضرت معاذؓ بن جبل کی مناجات

حضرت معاذؓ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ اٹھارہ سال کی عُمر میں انہوں نے اسلام قبول کیا۔
نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
"قرآن چار آدمیوں سے لو۔ ابن مسعودؓ۔ ابیؓ بن کعبؓ۔ معاذؓ اور سالمؓ سے۔
فرمایا:۔ میری امّت میں حلال و حرام کو سب سے زیادہ معاذؓ جانتے ہیں۔
یہ حدیث بھی ان سے مروی ہے کہ "جس
" جس شخص نے خالص دل سے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنّت میں جائے گا۔"
جب یہ تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو دُعا کرتے۔
" اے اللہ آنکھیں سوگئیں۔ ستارے ڈوب گئے۔ تُو حیّ و قیّوم ہے۔ جنّت کی طلب میں دھیما ہوں اور آگ سے گریز میں کمزور۔ اللہ اپنی جناب سے میری راہنمائی کا سامان کر دے۔ جو قیامت کے دن مجھے تیری درگاہ پر پہنچا دے۔"
جب شام میں طاعون عمواس پڑی تو یہ دُعا کرتے۔" اے پروردگار اس میں آلِ معاذؓ کا بھی حصّہ ہو جب یہ طاعون سے بیمار ہوئے تو ان پر بے ہوشی طاری ہوئی۔ ہوش میں آئے تو اللہ سے دُعا کی۔
" تیرا غم سب غموں پر حاوی ہے۔ تیری عزّت کی قسم تو جانتا ہے مَیں تجھ سے محبّت کرتا ہوں۔"
جب ہوش میں آتے یہی فقرہ دہراتے۔ صبح تک یہی کیفیّت رہی۔ صبح ہوئی تو کہا۔
" مَیں موت کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اے اللہ تو جانتا ہے میں تجھ سے ڈرتا تھا۔ آج تیری لقاء کا امیدوار ہوں۔ مَیں نہ دنیا سے محبّت کرتا ہوں۔ نہ طول بقاء کا امیدوار ہوں۔"
(اسد الغابہ جلد ۴ ص ٣٧٧، ص ٣٧٨)

سیرت النبی

جب حضرت فاطمہؓ نے حضورؐ کو گھر بلوایا

(ایڈیٹر)

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوب حضرت زیدؓ کے بیٹے اُسامہ جو خود بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارے تھے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی بیٹی نے پیغام بھجوایا کہ ابّا تشریف لائیں میرے بیٹے کا آخری وقت معلوم ہوتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پیغامبر سے فرمایا میرا اسلام بیٹی کو کہنا اور کہنا۔

"اللہ کا ہی ہے جو اُس نے لیا۔ اسی کا تھا جس نے دیا۔ اور ہر چیز کے لئے ایک وقت مقدّر ہے۔ اس لئے صبر کرے اور اس کے ثواب کی خدا سے امّید رکھے"

حضرت فاطمہؓ نے پھر پیغام بھیجا میں آپؐ کو قسم دیتی ہوں کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن عبادۃ معاذ بن جبل۔ ابی بن کعب۔ زید بن ثابت اور کچھ اور صحابہ کے ساتھ بیٹی کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ نے بیٹے کو اٹھایا اور باپ کی گود میں رکھ دیا۔ بچے کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ آپؐ نے بچے کی یہ حالت دیکھی آنکھیں چھلک گئیں۔ سعد نے

سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا؟

فرمایا یہ رحمت جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کی ہے۔

اور ایک روایت میں ہے آپؐ نے فرمایا۔

"یہ رحمت اللہ نے اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہا رکھ دی ہے اور اللہ اپنے رحیم وکریم بندوں پر ہی رحم کرتا ہے"

حضرت فاطمہؓ کا غم

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دس برس تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی سعادت نصیب ہوئی وہ روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری بیماری نے شدّت اختیار کر لی تو آپ پر بار بار گھبراہٹ طاری ہوتی تھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مشفق باپ کی یہ کیفیّت دیکھی تو کہا ہائے میرے ابا کی تکلیف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا تو فرمایا "آج کے بعد پھر تمہارے ابا کو تکلیف نہ ہوگی" یہ اشارہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے وصال کی طرف۔

جب حضور کی رُوح جسدِ عنصری سے جدا ہوگئی تو حضرت فاطمہ نے یہ فقرات کہے :-

آہ اے پیارے باپ جس نے اپنے خدا کی آواز پر لبیک کہا۔ غالباً یہ اشارہ تھا اس طرف جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا تھا کہ اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ چاہو تو اس دنیا میں رہو چاہو میرے پاس چلے آؤ. بندے نے خدا کی رفاقت کو ترجیح دی. اے پیارے ابا. جس کی جائے سکونت جنّت فردوس ہے. اے پیارے ابا جبرائیل کو ہم آپ کے وصال کی اطلاع بھجواتے ہیں۔

حضرت انس کہتے ہیں جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہوگئی تو حضرت فاطمہ نے کہا لوگو تمہارا کیا حال تھا جب تم نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالی. (بخاری بحوالہ ریاض الصالحین ص۳۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر دو شعر حضرت فاطمہؓ نے کہے:۔

مَاذا علیّ من شمّ تربۃ احمد　　∴　　ألاّ یشمّ مدی الزمان غوالیا

صبّت علیّ مصائب لو انّھا　　∴　　صُبّت علی الایام عدن لیالیھا

کہ میں کیوں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت کی مٹی کو نہ سونگھوں. کہ مدّت ہوئی میں نے کوئی خوشبودار چیز نہیں سونگھی۔

آپؐ کے وصال کی وجہ سے وہ مصائب کے پہاڑ مجھ پر ٹوٹے ہیں کہ اگر وہ دنوں پر مصائب نازل ہوتے تو دن راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

انبیاء علیہم السّلام کا وصال اُن کی اُمت کے لئے زلزلہ کی طرح ہوتا ہے. اُمّت کے غم کا اندازہ اس سے کر لیجئے کہ شاعر نبویؐ نابینا حسان رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں یہ گنگناتے سنائی دیتے ہیں کہ آپؐ میری آنکھ کی پتلی تھے. آپؐ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو میری آنکھیں اندھی ہوگئیں. اب جو چاہے مرے مجھے تو آپ کی ہی فکر تھی

اور عمرؓ بھی مارے غم کے دیوانے ہوگئے کہ یہ کہتے تھے کہ جو کہے گا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے ہیں. میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔

اور معاذ رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ دفن سے فارغ ہوتے ہی ہم نے محسوس کیا کہ دلوں کی کیفیت وہ نہیں رہی. اس لئے وہ بعد وصال نبویؐ کسی دوسرے صحابی سے کہتے آؤ دو گھڑی بیٹھ کر ذکر حبیب سے اپنے ایمان تازہ کریں۔

اور دلوں کی ڈھارس بندھ جاتی ہے دلوں کی گھبراہٹ مبدّل بسکینت ہو جاتی ہے جب خدا مومنوں کو پھر ایک ہاتھ پر جمع کر دیتا ہے. جب انہیں جانے والے شفیق و رحیم باپ کا ظلّ خلافت کے رنگ میں عطا ہو جاتا ہے اب خوف مبدّل بامن ہو جاتا ہے. اور کاروان پھر اپنی منزل کی طرف گامزن ہو جاتا ہے خدا کی دوسری قدرت اب کاروان کی قیادت کرتی ہے اور انہیں لے کر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتی ہے۔

مجالس انصار اللہ ضلع گوجرانوالہ کا کامیاب تربیتی اجتماع

مجالس انصار اللہ ضلع گوجرانوالہ کا سالانہ اجتماع ۲؍ اکتوبر ۱۹۸۱ء کو نہایت کامیاب انداز میں منعقد ہوا۔ پہلا اجلاس مکرم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع گوجرانوالہ کی زیر صدارت صبح نو بج کر پینتالیس منٹ پر شروع ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد خاکسار نے انصار اللہ کا عہد دُہرایا۔ مکرم مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر قائد اصلاح و ارشاد مجلس انصار اللہ مرکزیہ و نمائندہ مرکز نے افتتاحی تقریر فرمائی۔ جس میں ایسے اجتماعات کی غرض و غایت بیان کی۔ اور انصار کو نئے عزم کے ساتھ کام کرنے کی تلقین کی۔ مکرّم مولوی عنایت اللہ صاحب اکبر نے درس القرآن دیا۔ جس میں سورہ جمعہ کی آیت نحنُ انصار اللہ کی تفسیر بیان کی۔ تیسری تقریر مکرم مولوی مغفور احمد صاحب مربی سلسلہ متعین حافظ آباد نے حضرت رسول کریمؐ اور آپ کے صحابہ کے موضوع پر کی۔ چوتھی تقریر مکرم مولوی محمد اعظم صاحب مربّی ضلع نے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور آپ کے جانشینوں کے موضوع پر کی۔ پانچویں تقریر مولوی نصیر الدین صاحب بھٹی نے تعلیم القرآن کے موضوع پر کی۔ چھٹی تقریر سیّد حسین احمد صاحب مربی وزیر آباد نے نماز باجماعت کے متعلق احادیث بیان فرمائیں۔ اس کے بعد مقابلہ جات ہوئے۔ پہلا مقابلہ تلاوت قرآن کریم پر تھا۔ دوسرا تقریری مقابلہ تھا۔ تیسرا مقابلہ دینی معلومات کا تھا۔ کئی انصار نے اس میں حصّہ لیا۔

اس کے بعد خاکسار نے انصار اللہ کی ذمّہ داریاں کے موضوع پر تقریر کی۔ سالانہ اجتماع مرکزیہ میں شمولیّت کے متعلق احباب کو تحریک کی بارہ بج کر پینتالیس منٹ پر اجلاس ختم ہوا۔ نماز جمعہ و عصر کے بعد محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ نماز جمعہ و عصر کے بعد دوسرا اجلاس زیرِ صدارت محترم صاحبزادہ میاں طاہر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ منعقد ہوا۔ جس میں تلاوت قرآن کریم و نظم کے بعد محترم صدر صاحب نے سب انصار کے ساتھ مل کر عہد دُہرایا۔ اس کے بعد محترم مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر قائد اصلاح و ارشاد مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے تقریر فرمائی۔ اُن کے بعد مکرم مولوی محمد اعظم صاحب اکسیر مربّی ضلع نے خلافت کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ کی تقریر کے بعد محترم صدر صاحب نے مقابلہ جات میں اوّل۔ دوم اور سوم آنیوالوں کو انعامات تقسیم فرمائے۔ اور انصار کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلائی۔ تیسرا اجلاس محترم چوہدری ظفر اللہ خانصاحب امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع گوجرانوالہ کی کوٹھی پر بعد نماز مغرب و عشاء ۶½ بجے شروع ہوا۔ اس میں ڈیڑھ صد کے قریب معززین موجود تھے۔ اور ۶½ بجے سے ۹½ بجے رات تک مجلس مذاکرہ جاری رہی۔ مختلف لوگوں نے سوالات کئے۔ جس کے جوابات محترم صدر صاحب مرکزیہ نے نہایت احسن رنگ میں بیان فرمائے جس کا سب احباب پر بہت ہی اچھا اثر ہوا۔ اس اجتماع میں ۲۴ مجالس کے ۴۰۰ سے زائد احباب شامل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس کے بہترین ثمرات پیدا فرمائے۔ آمین۔

(عبد القادر بھٹی ـــــ ناظم انصار اللہ ضلع گوجرانوالہ)

ایڈیٹر

جب بچے نے ماں سے کہا!

اندر آمادر ببین برھان حق ٭ تا ببینی عشرت خاصانِ حق (مولانا روم)

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے ایک بادشاہ تھا۔ اس کے پاس ایک جادُوگر تھا۔ جادُوگر جب بوڑھا ہُوا تو اُس نے بادشاہ سے کہا کہ میری عمر بڑی ہوگئی ہے کوئی نوجوان مقرر کیجئے۔ جسے مَیں جادُو کا علم سکھا دُوں۔ چنانچہ بادشاہ نے اس غرض کے لئے ایک لڑکا مقرر کر دیا۔ جادُوگر کی راہ میں ایک راہب رہتا تھا۔ یہ لڑکا جب جادُو سیکھنے جاتا تو راستہ میں کچھ دیر وہاں بھی بیٹھ جاتا۔ اُس کی باتیں سُنتا۔ آہستہ آہستہ راہب کی باتوں نے اثر کیا۔ اَب لڑکے کا یہ روزمرّہ کا معمول ہوگیا۔ راہب کے پاس رُک جاتا۔ جادوگر کے پاس دیر سے پہنچتا تو جادوگر نے اسے مارنا شروع کیا۔ لڑکے نے اس بات کا شکوہ راہب سے کیا۔ تو راہب نے کہا تم کہہ دیا کرو کہ گھر میں دیر ہوگئی۔ گھر والے دیری کی وجہ پوچھیں تو ساحر کا نام لے دیا کرو۔ ایک دن کیا دیکھتا ہے کہ راستہ میں ایک بہت بڑا اژدہا ہے اور لوگ ہیں کہ اس کے خوف سے رُکے ہوئے ہیں۔ اس لڑکے نے کہا آج میں یہ آزماتا ہوں کہ جادوگر افضل ہے یا راہب۔ چنانچہ لڑکے نے پتھر اٹھایا اور کہا۔ اے اللہ اگر راہب کی بات تجھے ساحر سے زیادہ محبوب ہے تو اس سانپ کو ہلاک کر دے تاکہ لوگ گذر سکیں۔ یہ کہہ کر اُس نے سانپ پر پتھر چلایا۔ سانپ مر گیا اور لوگ گذر گئے۔ لڑکا راہب کے پاس آیا اور اس سے سارا ماجرا عرض کیا راہب نے کہا۔ اے میرے پیارے بیٹے! میری رائے میں اب تو مجھ سے افضل مقام حاصل کر چکا ہے۔ لیکن ایک بات یاد رکھ اس راہ میں آزمائش ضرور ہوگی۔ اگر ایسا وقت تجھ پر آجائے تو میرا کسی کو نہ بتانا۔ اَب یہ لڑکا اندھوں، برص والوں اور بیماروں کو ٹھیک کرنے لگا۔ بادشاہ کا ایک ہم نشین اندھا تھا۔ اس نے سُنا تو وہ بہت سے تحائف لے کر اس لڑکے کے پاس پہنچا اور کہا اگر مجھے اندھے پن سے شفا ہوجائے تو یہ سب ہدایا تمہارے ہیں۔ لڑکے نے کہا۔ مَیں کسی کو شفا نہیں دیتا۔ شفا دینے والا تو وہ ربّ ہے۔ اس لئے اگر تو اللہ پر ایمان لے آئے تو مَیں دُعا کروں گا۔ اللہ شفا عطا فرمائے گا۔ چنانچہ بادشاہ کا ہم جلیس اللہ پر ایمان لے آیا۔ اور اللہ نے اُسے شفا بخش دی۔

اب جب وہ بادشاہ کے دربار میں آیا۔ تو بادشاہ نے پوچھا تیری نظر کیسے ٹھیک ہوگئی۔ بادشاہ کے درباری نے کہا۔ میرے ربّ نے شفا دی۔ بادشاہ نے کہا میرے علاوہ بھی تمہارا کوئی ربّ ہے۔ اُس نے کہا بادشاہ تیرا اور میرا دونوں کا ربّ ہے۔ بادشاہ نے اُسے قید میں ڈال دیا اور اس پر بہت سختی کی تو اُس نے لڑکے کا ذکر کر دیا۔ بادشاہ نے لڑکے کو بلوایا اور اس سے کہا تیرے جادو کا یہ حال ہے کہ تو اندھوں۔ برص والوں کو ٹھیک کر دیتا ہے اور یہ کرتا ہے وہ کرتا ہے۔ لڑکے نے کہا بادشاہ! مَیں کسی کو شفا نہیں دیتا شفا اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے۔ اب بادشاہ نے لڑکے کو قید خانہ میں ڈال دیا اور اسے تختہ مشق بنایا۔ اس سے استفسار کیا تو اس نے راہب کا پتہ بتا دیا۔ بادشاہ نے راہب کو بلوایا اور اس سے کہا اس مذہب کو چھوڑ دو جب راہب نے انکار کیا تو حکم دیا اسے آرہ

سے چیر دیا جائے۔ چنانچہ بادشاہ کے حکم سے اس کے سر پر آرہ رکھ کر اسے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اب بادشاہ نے اپنے درباری کو بلایا اور اسے کہا۔ چھوڑو اس دین کو۔ جب اس نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ تو بادشاہ کے حکم سے اُسے بھی آرہ سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا۔ اب اس لڑکے کو بادشاہ نے بلایا اور کہا اس دین کو ترک کر دو۔ جب لڑکے نے بادشاہ کا حکم ماننے سے انکار کیا۔ تو بادشاہ نے چند آدمیوں کو بلوایا اور کہا اس کو اس بلند پہاڑ پر لے جاؤ۔ جب چوٹی پر پہنچو تو اسے پوچھنا۔ اگر پھر بھی اس دین کو نہ چھوڑے تو اسے پہاڑ کی بلندی سے نیچے گرا دینا۔ جب اُس نوجوان کو پہاڑ پر لے گئے تو لڑکے نے دعا کی۔ اے اللہ مجھے اُن کے شر سے بچا لے! اللہ نے اُس کی دعا کو سنا اور پہاڑ میں لرزہ پیدا ہوا وہ سب گر گئے اور لڑکا بادشاہ کے دربار میں واپس چلا آیا۔ بادشاہ نے پوچھا میرے آدمی کہاں ہیں۔ لڑکے نے کہا اللہ نے مجھے اُن کے شر سے بچا لیا ہے۔ تب بادشاہ نے اور آدمی بلائے اور انہیں حکم دیا۔ بڑی کشتی لو۔ اس میں اس لڑکے کو بٹھا کر سمندر کے اندر لے جاؤ۔ پھر تب اس لڑکے کو پوچھو اگر پھر بھی یہ خدا کا انکار نہ کرے تو اسے سمندر میں پھینک دو۔ جب کشتی لڑکے کو لے کر سمندر کے اندر گئی۔ تو لڑکے نے دعا کی۔ اے اللہ مجھے ان کے شر سے بچائیو۔ لڑکے کی دعا بارگاہِ ایزدی میں قبول ہوئی۔ کشتی الٹ گئی۔ بادشاہ کے آدمی غرق ہو گئے اور لڑکا بادشاہ کے دربار میں صحیح و سلامت آ گیا۔ بادشاہ نے پوچھا میرے آدمیوں کا کیا حال ہوا۔ لڑکے نے کہا۔ اللہ نے مجھے اُن کے شر سے محفوظ رکھا۔ اس پر لڑکے نے کہا۔ بادشاہ تُو مجھے قتل نہیں کر سکتا۔ ہاں ایک صورت ہے کہ جس طرح میں کہتا ہوں تو اُسی طرح کرے۔ بادشاہ نے کہا وہ کیا صورت ہے۔ لڑکے نے کہا کسی کھلے میدان میں لوگوں کو جمع کر۔ پھر لکڑی گاڑ کر مجھے اس سے باندھ۔ میرے ترکش سے تیر لیکر کمان میں رکھ کر یہ کہہ۔ اللہ کے نام سے جو کہ اس لڑکے کا پروردگار ہے۔ یہ کہہ کر تیر چلاؤ۔ اگر تو ایسا کرے گا تو مجھے قتل کر سکے گا۔ لڑکے نے جس طرح کہا تھا بادشاہ نے اسی طرح کیا اور یہی الفاظ کہہ کر لڑکے کی کنپٹی کا نشانہ باندھ کر تیر چلا دیا۔ لڑکے نے کنپٹی پر ہاتھ رکھا اور جان دے دی۔

لوگوں نے یہ ماجرا دیکھا تو یک زبان پکارے ہم اس لڑکے کے خدا پر ایمان لائے۔ لوگ بادشاہ کے پاس پہنچے اور کہا جس بات سے تو ڈرتا تھا وہی ہوا۔ لوگ خدا پر ایمان لے آئے ہیں۔ بادشاہ نے کہا بازاروں اور گلیوں کے سامنے خندقیں کھودی جائیں اور ان میں ایندھن بھر کر آگ بھڑکا دی جائے اور جو خدا کا انکار نہ کریں انہیں اس میں پھینک دو۔ راوی کہتا ہے یا یہ الفاظ راوی نے بیان کئے کہ پھر لوگوں کو کہو جو خدا کا انکار نہیں کرتے وہ اس میں کود جائیں۔ خدا کو ماننے والی ایک عورت اس کے بچے سمیت لائی گئی۔ سامنے آگ کے بھڑکتے شعلے دیکھے۔ موت رقص کرتی دیکھی تو عورت نے آگ میں کودنے سے توقف کیا۔ لڑکے نے ماں کی یہ کیفیت دیکھی تو کہا۔ اے ماں! صبر کر تو صداقت کی خاطر قربان ہو رہی ہے۔ (ریاض الصالحین ص۳۳ تا ص۳۵)

مولانا روم نے اسی کو حکایت کے رنگ میں بیان کیا وہ لکھتے ہیں۔ جب اُن لوگوں نے ماں کی گود سے بچہ چھین کر آگ میں پھینکا۔ ماں کی ممتا چلائی تو اللہ تعالیٰ نے بچے کو زبان دی اور وہ ماں سے یوں گویا ہوا۔ ؎ اندر آ ماں بہبیں برہان حق ۔ تا ببینی عشرت خاصانِ حق
ماں اس گلزار سے باہر کھڑی چلا رہی ہے۔ آگ کے اندر آ تا تجھے اس لطف اور لذت کا احساس ہو جو خدا والوں کو راہِ خدا میں جان دینے سے حاصل ہوتا ہے۔

نعتِ محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم

نتیجہ فکر جناب ثاقب زیروی صاحب ـــــ مدیر ہفت روزہ "لاہور"

ہیں روکشِ جنّت گل و ریحانِ محمّدؐ
کِس شان سے مہکا ہے گلستانِ محمّدؐ

کیوں ہو نہ ہر اک قوم ثنا خوانِ محمّدؐ
آفاق ہے شرمندۂ احسانِ محمّدؐ

مَیں شانِ محمّدؐ تو بیاں کرتا ہوں لیکن
افکار کہاں میرے. کہاں شانِ محمّدؐ

آتش کدے سب کفر کے ٹھنڈے ہوئے لیکن
گُل ہو نہ سکی شمعِ شبستانِ محمّدؐ

کِس شوق سے لیں طور نشینوں نے بلائیں
جب سُوئے مدینہ چلے مستانِ محمّدؐ

معراج میں حضرتؐ کے قدم عرش پہ پہنچے
ہے عرش بھی ہم پایۂ ایوانِ محمّدؐ

کونین کے سینے میں حرارت ہے اُنہی کی
اللہ کے دِل میں بھی ہے ارمانِ محمّدؐ

دیں بھی وہی مِلّت بھی وہی ملّتِ بیضا
سادہ سا مُسلمان ہُوں مسلمانِ محمّدؐ

تُربت سے ہو کیا خوف مجھے حشر کا کیا غم
ثاقبؔ مِرے سینے میں ہے قرآنِ محمّدؐ

جس کے تن پر کہ خلافت کی قبا ہوتی ہے

ہر بلا کے لئے "تدبیرِ دُعا" ہوتی ہے
ہر ظفر مندی بتائیدِ خدا ہوتی ہے

بخش دیتا ہے خدا حُسنِ امامت اس کو
جس کے تن پر کہ خلافت کی قبا ہوتی ہے

کتنے دیوانوں کو تم دار پہ لٹکاؤ گے
ذرّے ذرّے میں انا الحق کی صدا ہوتی ہے

یہ الگ بات ہے ہم سُننے سے محروم رہیں
ورنہ پتّھر کی زباں پر بھی ثنا ہوتی ہے

پاؤں پھیلانے میں وہ حد بھی رہے مدِّ نظر
جس قدر لمبی کہ انسان کی رِدا ہوتی ہے

اُس کو مِل جاتا ہے اِک اَور جہانِ تازہ
روح جب اِس تنِ خاکی سے جدا ہوتی ہے

تیرا شبّیر کبھی ہوگا نہ مایوس شفا
میرا ایمان ہے ہر دُکھ کی دَوا ہوتی ہے

(مکرم شبّیر احمد صاحب)

نعتِ رسولؐ

اے محمدؐ مُصطفیٰ عالی مقام
رحمت اللعالمیں خیر الانام

سرورِ کونین فخرِ کائنات
موجبِ تسکینِ دل جانِ حیات

افتخارِ اوّلین و آخریں
فخرِ موجودات ختم المرسلین

ہو بیاں شان تیری یہ ممکن نہیں
اے سراپا رحمت العالمیں

باعثِ تسکینِ عالم تیری ذات
اے شہِ ہر دوسرا عالی صفات

تُو ہے مصداقِ مناجاتِ خلیلؑ
اے کلیم اللہ کی اعلیٰ مثیل

مظہرِ انوارِ حق شیریں مقال
ہے تجھی سے بزمِ ہستی کا جمال

ہے غلاموں میں تیرے دَر کا گدا
یہ ایازؔ پُر گنہ و بے نوا

(از مرزا محمد یوسف صاحب ایازؔ بدوملہی سیالکوٹ)

سیرت سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

(یہ مقالہ مکرم مولوی برکت اللہ محمود صاحب مربّی سلسلہ احمدیہ مقیم ملتان نے سالانہ اجتماع انصار اللہ منعقدہ ۱۹۸۱ء میں پڑھا)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے۔ حضور کی خلافت و جانشینی میں اوّلیت کا مقام حاصل کرنے والے۔ آنحضرت کے بچپن کے ساتھی۔ آپ کے جاں نثار اور فدائی۔ علم و دانش اور حُسن خلق میں معزز مقام کے حامل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سیرت کے چند پہلو بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

شجرۂ نسب

آپ کا نام عبداللہ اور کنیت ابوبکر تھی۔ عتیق اور صدیق آپ کا لقب تھا۔ آپ کے والد محترم کا نام عثمان اور کنیت ابو قحافہ تھی۔ والدہ ماجدہ کا نام سلمٰی اور کنیت امّ الخیر تھی۔ آپ کا سلسلۂ نسب چھٹی پشت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ ۵۷۳ء میں مکّہ میں پیدا ہوئے اور عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سال چھوٹے تھے۔

کُنیت کی وجہ

آپ کی کُنیت ابوبکر اس لئے پڑی کہ آپ شروع ہی سے اوصاف حمیدہ اور عاداتِ پسندیدہ کے مالک تھے۔ جب اسلام لائے تو اپنا مال و جان اور ہر چیز خدا تعالیٰ کے دین کی مدد اور تقویت کے لئے وقف کر دی۔ بیعت کرتے ہی جمع شدہ رقم (چالیس ہزار درہم) کے علاوہ تجارت سے کمائی ہوئی ساری دولت خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دی۔ اسلام لانے سے قبل بھی آپ کو شراب سے سخت نفرت تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "شراب نوشی میں عزّت و آبرو کا نقصان ہے۔"

عتیق اور صدیق لقب کی وجہ تسمیہ

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کے حُسن و جمال کی وجہ سے آپ کو عتیق کا لقب ملا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا "تم خدا تعالیٰ کی طرف سے دوزخ سے آزاد کر دیئے گئے ہو۔" چنانچہ اسی دن سے آپ کا لقب عتیق پڑ گیا۔

صدیق اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے ہر اُس امر کی تصدیق اور تعمیل کی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم لائے۔ اور یہ تصدیق بغیر تردّد اور شک کے تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

"میں نے جس کو بھی اسلام کی طرف بلایا اُس کے دل میں ابتداءً کچھ تردد۔ کچھ نظر و فکر اور کچھ غبار ضرور پیدا ہُوا بجز ابوبکر کے۔ میں نے جونہی انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے بغیر تردد و تاخیر کے فوراً قبول کر لیا۔

قبل از اسلام

حضرت ابوبکر صدیق مکّہ کے ایک متمول اور ممتاز تاجر تھے۔ آپ کی راست بازی اور دیانت کا شہرہ دُور دُور تک تھا۔ چنانچہ زمانۂ جاہلیت میں قاتل کی طرف سے خون بہا اور دیت عاید کرنے کا کام آپ ہی کے سپرد تھا۔ دیت کا مال بھی آپ کے پاس جمع ہوتا تھا اور قریش مکّہ یہ پسند نہ کرتے کہ یہ مال کسی اور کے گھر میں جمع ہو۔

قبولِ اسلام

آزاد مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام لانے کی سعادت آپ کو ملی۔ حضرت حسّان بن ثابت فرماتے ہیں۔ ؎

خیرُ البریۃ اتقاھا واعلاھا ٭ بعد النبی اوفاھا بما حَمَلَا

ابوبکر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام مخلوق میں سب سے زیادہ متقی۔ سب سے زیادہ ارفع اور اعلیٰ مقام رکھتے تھے اور اپنی ذمہ داریوں کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے تھے۔

راہِ خدا میں تکالیف

مکّی زندگی کے تیرہ سالہ جبر مسلسل اور ایذا رسانی و بے بسی کے دَور میں آپ نے اپنے مال و صائب مشوروں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معاونت اور دست گیری کی۔ بڑے جوش اور حکمت کے ساتھ دین حقہ کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔ چنانچہ آپ کی تبلیغ سے حضرت عثمان بن عفانؓ۔ حضرت زبیرؓ بن العوام۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ مشرف باسلام ہوئے۔ یہ صحابہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔ اور یہ آسمانِ روحانیت کے ستارے بن کر چمکے۔

ان کے علاوہ حضرت عثمانؓ بن مظعون۔ حضرت ابو عبیدہؓ۔ حضرت ابوسلمہؓ اور خالد بن سعید بھی آپ کی تبلیغ سے حصارِ اسلام میں داخل ہوئے۔

اسلام قبول کرنے والے غلاموں کو اُن کے مالکوں کے ظلم و تشدد سے نجات دلانے کے لئے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت بلالؓ پر ہونے والے مظالم کی خبریں جب حضور تک پہنچتیں تو آپ سخت بے چین ہو جاتے۔ایک دفعہ آپؐ نے صدیقِ اکبر کو فرمایا۔" اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بلال کو آزاد کرا لیتا" حضور کی اس خواہش کی تعمیل میں حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو اُن کے مالک اُمیّہ بن خلف سے ایک ہزار درہم میں خرید کر آزاد کرا لیا۔ ہزار درہم وصول کرنے کے بعد امیّہ بن خلف نے کہا کہ "ابوبکر تم نے بہت مہنگا سودا خریدا ہے۔اور میں تمہیں دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا ہوں" امیّہ کی یہ بات سُن کر آپ نے جواب دیا" امیّہ تو بہت تجربہ کار اور گھاگ تاجر ہے مگر تجھے ابھی تک خریدار کے تیور پہچاننے نہیں آئے۔اگر تو مجھ سے کہتا کہ بلال کو اُس وقت آزاد کروں گا جب اس رقم کے ساتھ ابوبکر بھی تیری غلامی میں آجائے تو میں یہ شرط بھی بخوشی قبول کر لیتا اور بلال کو آزاد کرا لیتا۔کیونکہ دراصل قیمت تو طلب کی شدت پر ہوتی ہے۔

حضرت بلالؓ کے علاوہ حضرت عامر بن فہیرہ اور کئی دیگر غلاموں اور لونڈیوں کو خرید کر آزاد کرا لیا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف حضرت ابوبکرؓ ہمیشہ سینہ سپر رہے۔آپ نے خدا کے رسول کے لئے انتہائی قربانیاں دیں۔جان۔مال۔عزت وطن۔سب کچھ قربان کر دیا۔

یہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضور خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے تو عقبہ بن معیط نے آپ کے گلے میں کپڑے کا پھندا ڈال کر آپ کا گلا گھونٹنا چاہا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ دوڑتے ہوئے آئے اور عقبہ کو دھکا دے کر حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کو اُس کی گرفت سے آزاد کرایا۔

جب دارارقم میں کفّار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو زدوکوب کیا تو حضرت ابوبکرؓ سخت بے قرار ہو کر آئے اور کفّار کو مخاطب ہو کر فرمایا۔" خدا تمہیں غارت کرے تم اس عظیم انسان سے اس لئے لڑتے ہو کہ یہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور یہ تمہارے پاس روشن دلائل لے کر آیا ہے۔"

حضرت صدیق اکبر کی یہ جوشیلی تقریر سُن کر کفّار اور زیادہ مشتعل ہو گئے۔انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو چھوڑ دیا اور آپ پر حملہ آور ہو گئے۔آپ کو اس قدر مارا کہ چہرہ لہولہان ہو گیا۔ بنی تیم کے کچھ لوگ آپ کو اٹھا کر گھر لائے۔آپ پر بے ہوشی طاری تھی۔اس نازک حالت کے باوجود جب ہوش آیا تو زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔

" تبارکت یاذا الجلال والاکرام۔اے عظمتوں اور جبروت کے مالک خدا تو بہت برکتوں والا اور مبارک ہے۔"

سب سے پہلے جو بات کی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خیریت معلوم کرنے کے متعلق تھی۔فرمایا مجھے فوراً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے پاس لے چلو اور اُس وقت تک مطمئن نہ ہوئے جب تک حضور کو صحیح سالم نہ دیکھ لیا۔

آپ کی اسی فدائیت کو دیکھ کر آپ کی والدہ بھی ایمان لے آئیں۔آپ کی اسی دیوانگی کو دیکھتے ہوئے قریش مکّہ آپ کو دیوانہ ابن ابی قحافہ کہہ کر پکارتے۔" اللہ اللہ ایسے دیوانوں پر ہزاروں فرزانے قربان ہوں۔"

ہجرت

خدا تعالیٰ کی طرف سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کر جانے کا حکم ہوا تو آپ
دی انہوں نے بڑے اشتیاق اور لجاجت سے عرض کیا۔ '' الصُحبة یارسول الله '' کہ حضور
اس پر حضور نے بخوشی ساتھ چلنے کی اجازت دے دی۔

مکّہ سے تین میل کے فاصلہ پر غارِ ثور میں پہلا پڑاؤ ہوا۔ غار میں داخل ہونے سے قبل صدیق اکبر
اس کے تمام سوراخ وغیرہ بند کر دیئے اور صاف کیا۔ تب محبّ اور محبوب اس غار میں داخل ہو گئے۔ حضور
ابو بکر کی گود میں رکھا اور سو گئے۔ اُدھر قریش مکّہ انعام کے لالچ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں
ایک کھوجی کے ساتھ غار کے مُنہ تک آپہنچے وہ اتنے قریب آگئے کہ اُن کے پاؤں حضرت ابوبکرؓ کو دکھائی دے ر
اس خیال سے گھبرا گئے۔ اس عظیم امانت کی حفاظت کے خیال سے کہ مبادا حضور کو کوئی گزند پہنچے۔ ابوبکر کی اس گھبراہ
کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑے تحمّل اور یقین کے ساتھ فرمایا لا تحزن انّ اللہ معنا۔ ابوبکر مت گھبراؤ یقی
ہمارے ساتھ ہے۔ قدموں کے نشانات دیکھ کر کھوجی نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا تو اس غار میں ہیں یا آسمان پر چڑھ گئے ہ
مگر غار کے منہ پر مکڑی نے جالا بُن رکھا تھا۔ اس لئے کفار کو اندر جھانکنے کا خیال تک نہ آیا اور وہ ناکام واپس چلے گئے۔ تین
دن تک اس عارضی قیام گاہ میں رہے۔ اس عرصہ میں حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی اسماء روزانہ گھر سے کھانا تیار کر کے لاتیں اور آپ کا
بیٹا عبداللہ جو دن بھر بکریاں چراتا اور رات کو غار کے پاس آکر سو جاتا وہ تازہ بتازہ دودھ پیش کرتا رہا۔

گویا ابوبکرؓ کا سارا گھرانہ خدمتِ رسول میں ہمہ وقت مصروف تھا۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوبکرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت تھی مشکل سے مشکل وقت میں اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے
حضورؐ کی حفاظت کی حفاظت کے لئے تیار اور سینہ سپر رہتے۔

آپ رقیق القلب ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے جری اور حوصلہ مند تھے۔ اپنی شجاعت کے باعث بڑے بڑے خطرات
کو خاطر میں نہ لاتے۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے میں اپنی پوری توانائی صرف کر دی آپ پر فدا ہونے کیلئے
ہر لمحہ تیار رہتے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ جس قدر مجھ کو ابوبکر کے مال سے فائدہ ہوا وہ کسی کے مال سے فائدہ نہیں ہوا۔ (ابن ماجہ)

ایک دفعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے چندہ کی اپیل کی تو حضرت ابوبکرؓ نے گھر کا کل اثاثہ لا کر حضورؐ کے
قدموں میں ڈال دیا۔

ہجرت

خدا تعالیٰ کی طرف سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو ہجرت کر جانے کا حکم ہُوا تو آپ نے ابوبکرؓ کو اس کی اطلاع دی انہوں نے بڑے اشتیاق اور لجاجت سے عرض کیا۔ "الصُحبة یارسول اللہ" کہ حضور مجھے بھی شرف ہمرکابی بخشیں۔ اس پر حضور نے بخوشی ساتھ چلنے کی اجازت دے دی۔

مکّہ سے تین میل کے فاصلہ پر غارِ ثور میں پہلا پڑاؤ ہُوا۔ غار میں داخل ہونے سے قبل صدیق اکبر خود غار میں داخل ہوئے اس کے تمام سوراخ وغیرہ بند کر دیئے اور صاف کیا۔ تب محب اور محبوب اس غار میں داخل ہو گئے۔ حضور نے اپنا سر مبارک ابوبکر کی گود میں رکھا اور سو گئے۔ اُدھر قریش مکّہ انعام کے لالچ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے تعاقب میں تھے اور کچھ نوجوان ایک کھوجی کے ساتھ غار کے مُنہ تک آپہنچے وہ اتنے قریب آگئے کہ اُن کے پاؤں حضرت ابوبکرؓ کو دکھائی دے رہے تھے۔ آپ اس خیال سے گھبرا گئے۔ اس عظیم امانت کی حفاظت کے خیال سے کہ مبادا حضور کو کوئی گزند پہنچے۔ ابوبکر کی اس گھبراہٹ کو دیکھ کر حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے بڑے تحمّل اور یقین کے ساتھ فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا۔ ابوبکر مت گھبراؤ۔ یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ قدموں کے نشانات دیکھ کر کھوجی نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) یا تو اس غار میں ہیں یا آسمان پر چڑھ گئے ہیں۔ مگر غار کے منہ پر مکڑی نے جالا بُن رکھا تھا۔ اس لئے کفّار کو اندر جھانکنے کا خیال تک نہ آیا اور وہ ناکام واپس چلے گئے۔ تین دن تک اس عارضی قیام گاہ میں رہے۔ اس عرصہ میں حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی اسماء روزانہ گھر سے کھانا تیار کر کے لاتیں اور آپ کا بیٹا عبداللہ جو دن بھر بکریاں چراتا اور رات کو غار کے پاس آکر سو جاتا وہ تازہ بتازہ دُودھ پیش کرتا رہا۔

گویا ابوبکرؓ کا سارا گھرانہ خدمتِ رسول میں ہمہ وقت مصروف تھا۔

عشقِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم

حضرت ابوبکرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے انتہائی محبت تھی مشکل سے مشکل وقت میں اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضورؐ کی حفاظت کی حفاظت کے لئے تیار اور سینہ سپر رہتے۔

آپ رقیق القلب ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے جَری اور حوصلہ مند تھے۔ اپنی شجاعت کے باعث بڑے بڑے خطرات کو خاطر میں نہ لاتے۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی مدد کرنے میں اپنی پوری توانائی صرف کر دی آپ پر فدا ہونے کیلئے ہر لمحہ تیار رہتے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ جس قدر مجھ کو ابوبکر کے مال سے فائدہ ہُوا وہ کسی کے مال سے فائدہ نہیں ہُوا۔ (ابن ماجہ)

ایک دفعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ سے چندہ کی اپیل کی تو حضرت ابوبکرؓ نے گھر کا کل اثاثہ لا کر حضورؐ کے قدموں میں ڈال دیا۔

جنگِ بدر ۔ اُحد خندق ۔ بیعت رضوان ۔ جنگ خیبر ۔ فتح مکّہ ۔ حنین ۔ طائف ۔ تبوک اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر ہمیشہ حضورؐ کے شانہ بشانہ رہے ۔ جنگ کے موقعہ پر حضورؐ کی حفاظت کے لئے صرف اُن لوگوں کو منتخب کیا جاتا جو غیر معمولی بہادر اور جان پر کھیل جانے والے تھے ۔ چنانچہ ہر جنگ میں اور گھمسان کے رَن میں حضرت ابوبکرؓ حضورؐ کے ہمرکاب ہوتے ۔ زندگی بھر حضور کی رفاقت رہی ۔ اس قربت و محبت کی وجہ سے آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے راز دان سمجھے جاتے تھے آپ حضورؐ کے اشاروں کو بخوبی سمجھتے تھے ۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے جب حضور نے فرمایا کہ " خدا نے اپنے ایک بندہ کو دُنیا اور عُقبیٰ کے درمیان اختیار دیا تو اُس نے عقبیٰ کو ترجیح دی ۔"

یہ اشارہ پاکر حضرت ابوبکر زار و قطار رونے لگ گئے ۔ بعض صحابہ نے پوچھا " ابوبکر یہ کونسا رونے کا مقام ہے ۔" مگر آپ کی دُور بین نگاہ نے یہ بھانپ لیا تھا کہ " بندہ " سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی ذات ہے اور " عقبیٰ " سے مراد حضور کی وفات ہے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا اور ۱۱ھ ہجری ۱۲ ربیع الاوّل بمطابق ۷ جون ۶۳۲ء کو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے وفات پائی ۔

امامت و خلافت

نبئ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم جب اپنی بیماری کی وجہ سے نماز کے لئے باہر نکلنے سے معذور ہو گئے تو فرمایا ابوبکرؓ سے کہا جائے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں ۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا " یارسول اللہ حضرت ابوبکر رقیق القلب انسان ہیں جب وہ آپ کی جگہ مصلیٰ پر کھڑے ہوں گے تو شدّت گریہ کی بناء پر لوگ اُن کی قرأت نہ سُن سکیں گے ۔" حضورؐ نے فرمایا ابوبکرؓ سے کہا جائے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں ۔ امامت نماز کے لئے آگے بڑھانے میں اس طرف لطیف اشارہ تھا کہ آپ کے بعد وہی منصبِ خلافت کے اہل ہیں ۔

آپ کا رقیق القلب ہونا اور تلاوت قرآن کرتے وقت آپ کا رونا آپ کے اخلاصِ کامل ۔ تنوّر ذہنی اور کلام اللہ کو بخوبی سمجھنے کی دلیل ہے ۔ یہ تاثرات صدیق اکبر کے علم کی کثرت ۔ عقل و فہم کی فراوانی ۔ اور زہد و انکساری پر دلالت کرتے ہیں ۔

حوصلہ مندی

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا وصال ہوگیا تو صحابہ فرطِ غم سے نڈھال ہو کر اپنے اوسان کھو بیٹھے ۔ حضرت عمرؓ جیسے بہادر شخص نے علی الاعلان کہہ دیا کہ آج جس نے یہ کہا کہ " محمّد رسول اللہ وفات پاگئے ہیں میں اپنی تلوار سے اس کا سر قلم کر دُوں گا ۔"

اس نازک موقعہ پر حضرت ابوبکر ہی وہ واحد شخصیت تھے جنہوں نے اپنے جذبات پر قابو رکھا اور اس عظیم ترین

مصیبت نے بھی اُن کی عقل سلیم میں کچھ خلل نہ ڈالا ۔ آپ نے حضور کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا خدا تجھ پر دو موتیں وارد نہیں کرے گا۔ کیونکہ تیرا فیضان تاقیامت جاری رہے گا۔ اور یہ آیت پڑھی

"وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ"

کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک رسول تھے اور آپؐ سے پہلے تمام رسول وفات پا چکے ہیں ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کی مصیبت سے زیادہ اور کیا مصیبت ہو سکتی ہے ۔ ایسے نازک موقعہ پر حضرت ابو بکرؓ کی حوصلہ مندی اور دانش مندی کام آئی ۔ یہ واقعہ آپ کی کامل معرفت ۔ زندہ خدا پر یقین کے ساتھ ساتھ آپ کی جرأت و بہادری کا بھی ثبوت ہے کیونکہ بہادری کی تعریف ہی یہ ہے کہ انسانی مصائب و شدائد میں ثابت قدم اور قوی القلب رہے ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت راشدہ کے تخت پر سب سے پہلے ابو بکر متمکن ہوئے اور سوا دو سال تک اس بار عظیم کو کمال ہمت و جواں مردی کے ساتھ اٹھائے رکھا ۔

آپ کی خلافت کا دور انتہائی مشکلات کا دور تھا ۔ اندرونی اور بیرونی فتنے کھڑے ہو گئے ۔ ایک طرف مانعین زکوٰۃ کا فتنہ ہے تو دوسری طرف مرتدین اور مدعیان نبوت کی بغاوتیں اور سرحدوں پر دشمنانِ اسلام کی سرگرمیاں ۔ گویا ہر طرف سازشوں اور انتشار کا دور دورہ تھا جسے آپ نے کمال جواں مردی ۔ ہمت اور خوش اسلوبی سے ختم کیا اور ثابت کر دیا کہ خلافت حقہ کے خلاف اُٹھنے والی ہر سازش ناکام ہوتی ہے اور خلیفہ راشد کے ذریعہ دین کو تمکنت اور استحکام ملتا ہے ۔ یہی سنت اللہ ہے جو قیامت تک جاری رہے گی اور دُنیا اس کا نظارہ دیکھتی رہے گی ۔

فتوحات

صدیق اکبر کے دور خلافت میں جہاں اللہ تعالیٰ نے اندرونی اور بیرونی فتنوں کو ختم کیا اور خلافت کی برکت سے دینِ اسلام کو تقویت ملی ۔ مومنوں کا خوف امن میں بدل گیا وہاں غیر معمولی فتوحات بھی حاصل ہوئیں چنانچہ اسی دور کی ایک عظیم اور مشہور مملکت شام جہاں برسوں سے رومیوں کا جھنڈا لہراتا تھا آپ کے عہد خلافت میں وہ ہمیشہ کے لئے سرنگوں ہو گیا اور اس کی جگہ بڑی شان سے علم اسلام بلند ہو کر لہرانے لگا ۔

ملک عراق جہاں برسوں سے کیانی خاندان کی حکمرانی تھی وہ بھی صدیقی خلافت کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے قبضہ میں آ گیا ۔

حفاظت قرآن

جنگ یمامہ میں جب متعدد حفاظ قرآن شہید ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے قرآن مجید جمع کرنے کا بیڑہ اُٹھایا اور وہ تمام

نسخے جو صحابہ کرام نے ہڈیوں۔ چمڑوں اور پتوں پر لکھ رکھے تھے جمع کروائے اور بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ کے پاس والے نسخے کی نقول بنوا کر مختلف علاقوں میں بھجوا دیں۔ آپ کے بعد حضرت عثمان کے وقت میں باقاعدہ تدوین ہوئی۔

حفاظت لفظی کے ساتھ ساتھ آپ نے قرآن مجید کی معنوی حفاظت بھی فرمائی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مانعین زکوٰۃ نے اس بناء پر زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا کہ آیت قرآنی "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً" (اے رسول تو ان کے اموال میں سے ایک مقررہ حصّہ بطور زکوٰۃ وصول کر) کا مخاطب خدا کا رسول تھا جو وفات پا چکا ہے۔ اَب کوئی دوسرا شخص زکوٰۃ لینے کا حق دار نہیں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے مانعین کے اس استدلال کو سختی سے ردّ کرتے ہوئے فرمایا کہ "جب تک خدا کا رسول زندہ تھا وہ مخاطب تھا اور اُن کی وفات کے بعد مَیں جو حضور کا خلیفہ اور جانشین ہوں اس حکم کا مخاطب ہوں لہٰذا زکوٰۃ کی وصولی کے لئے اگر مجھے جنگ بھی لڑنی پڑے تو دریغ نہیں کروں گا۔ آپ نے نہایت دلیری اور عزم سے ان مشوروں کو بھی ردّ کر دیا جو مانعین زکوٰۃ سے نرمی برتنے کے متعلق تھے۔ چنانچہ آپ کے فولادی عزم کے باعث ارکان اسلام میں سے زکوٰۃ جیسا اہم رُکن کمزور نہ ہوا۔ اگر اُس وقت زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں کا استدلال مان لیا جاتا تو خدا جانے کون کون سے احکام ترک کرنے کی راہیں کھل جاتیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس وقت قرآنی احکام کے غلط استدلال اور توجیح کو ردّ کر کے اس کی معنوی حفاظت فرمائی۔

فضائل و شمائل حضرت ابوبکرؓ

حضرت صدیق اکبرؓ خشیت اور محبّت کا پیکر تھے۔ آپ کا دل ہر وقت خدا تعالیٰ کی محبّت کے سوز میں بریاں اور آنکھ گریاں رہتی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ آپ کے اوصاف یوں بیان فرماتے ہیں کہ "ابوبکر بہت دعا کرنے والے۔ آہیں بھرنے والے۔ گناہوں کی مغفرت چاہنے والے۔ بندوں پر مہربان اور خدا کے حضور بار بار جھکنے والے تھے"

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم آپ کا بہت احترام فرماتے اور دوسرے صحابہ کو بھی آپ کی عظمت اور مرتبہ سے روشناس کراتے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کی عظمت کے بارے میں تو یہاں تک فرما دیا کہ

" ابو بکر افضل هٰذهِ الامّة الاّ اَنْ يكونَ نبيٌّ "

ابوبکر اس امت کا افضل ترین وجود ہے سوائے اس شخص کے جس کو خدا تعالیٰ مقامِ نبوّت پر فائز کرے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مَردوں سے مجھے سب سے محبوب ابوبکر ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ جو قدرتِ ثانیہ کے سب سے پہلے مظہر تھے اور آیتِ استخلاف کے مصداق خلیفہ راشد تھے۔ جن کو صاحب الغار ہونے کا فخر حاصل تھا آپ کی فضیلت کے متعلق اس زمانے کے حکمِ عدل فرماتے ہیں:-

(۱) " وانّه کان نسخةً اجمالیّةً من کتاب النبوۃِ وکان اِمامَ اَربابِ الفضل والفتوۃ ومن بقیۃِ طین النبیّین "

کہ ابوبکر کو تم کیا سمجھتے ہو وہ تو نبوت کا نسخۂ اجمالی ہے۔ ورق ثانی ہے نبوت کا۔ وہ تمام ارباب فضل اور ارباب شجاعت کا امام ہے وہ نبیوں کے خمیر کا بقیہ ہے۔" (سر الخلافہ)

(۲) پھر فرمایا:۔ " وَلَا شَكَّ اَنَّه فخرالاسلامِ والمرسلین "

کہ یہ بات یقینی اور قطعی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام کے لئے باعث فخر ہیں اور نبیوں اور مرسلوں کے لئے بھی باعث فخر ہیں۔" (سر الخلافہ)

حضرت صدیق اکبر کے اقوال زریں کا نمونہ

•۔ فرماتے ہیں:۔ سب سے زیادہ سمجھداری تقویٰ اور پرہیزگاری میں ہے۔ سب سے زیادہ حماقت فسق و فجور ہے سب سے زیادہ سچائی امانت ہے اور سب سے بڑا جھوٹ خیانت ہے۔" پھر فرمایا کہ

•۔ جب کسی شخص کے دل میں دنیوی آسائشوں کا اہتمام جاگزیں ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اُس سے ناراض ہو جاتا ہے جب تک کہ وہ اُن خرافات کو ترک نہ کردے۔

•۔ ہم نے تقویٰ میں عظمت۔ یقین میں استغناء۔ تواضع اور انکساری میں سربلندی پائی۔

•۔ جس نے اللہ کے لئے اپنے نفس پر غلبہ پالیا۔ خدا اُسے اپنے غضب سے محفوظ رکھے گا۔

•۔ جس نے عاجزی کی حکمت کو سمجھ لیا۔ اُس پر قرب الٰہی کا حصول آسان ہوگیا۔

•۔ فرمایا۔ اس بات میں کوئی خوبی نہیں جو خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے نہ ہو اور نہ اُس مال میں کوئی خوبی ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے۔

•۔ اور نہ اُس شخص میں کوئی بہتری ہے جس کی جہالت اُس کے تحمّل پر غالب ہو۔

•۔ اور نہ اس میں کوئی بھلائی ہے جو خدا کی راہ میں ملامت کرنے والے کا خوف رکھتا ہو۔

•۔ اُس بھلائی اور نعمت میں کوئی خیر نہیں جس کا انجام دوزخ ہو۔

•۔ اور اُس برائی میں کوئی برائی نہیں جس کا انجام جنّت ہو۔

وفات

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے رفیق جان۔ یار وفا شعار۔ پیکر صدق و صفا۔ حلم و علم۔ شفقت و شجاعت۔ عزیمت و

بصالت۔ سادگی و بے نفسی اور صبر و رضا کے مجسمہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے پوچھا کہ "آج کونسا دن ہے"۔ عرض کیا گیا کہ دوشنبہ۔ پھر پوچھا "میرے محبوب نے کس دن وفات پائی تھی"۔ بتایا گیا "آج ہی کے دن" تو فرمایا "مَیں چاہتا ہوں کہ آج رات تک اس فانی دنیا سے رخصت ہو جاؤں"۔

چنانچہ اُسی روز مورخہ ۲۲ اگست ۶۳۴ء بروز سوموار ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور اپنے آقا و محبوب کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

آپ کی نماز جنازہ قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر خلیفۂ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

آپ کی خواہش پر آپ کو پرانے دھلے ہوئے کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے دو سال بعد پیدا ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تقریباً دو سال بعد وفات پائی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ خُلَفَائِہِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ۔

صراطِ مستقیم کی تمثیل

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ نے صراطِ مستقیم کی تمثیل یوں بیان فرمائی ہے۔ کہ راستہ کے دونوں طرف دو دیواریں ہیں۔ جن میں دروازے کھلے ہیں۔ اور دروازوں پر پردے لٹکے ہوئے ہیں۔ راستہ کے سرے پر داعی ہے جو کہہ رہا ہے۔ سیدھے راستہ پر چلو۔ ادھر ادھر نہ ہو۔ پھر اس سب پر ایک داعی ہے۔ جب کوئی بندہ ان دروازوں کو کھولنے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو داعی کہتا ہے۔ تیرا بُرا ہو۔ دروازے کو نہ کھول۔ کیونکہ اگر تو اس کو کھولے گا۔ تو اس میں داخل بھی ہوگا۔ پھر حضور نے اِس تمثیل کی خود ہی تشریح فرمائی اور بتلایا کہ راستہ اسلام ہے۔ اور دروازے خدا کے محارم ہیں۔ اور ان پر پڑے ہوئے پردے اللہ کی حدود ہیں۔ اور راستہ کے سرے پر جو داعی ہے وہ قرآن ہے۔ اور ان پر جو داعی ہے وہ اللہ کی طرف سے واعظ ہے جو ہر مومن کے دل میں ہے۔

(مشکوٰۃ کتاب الاعتصام بالسنّۃ)

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی

حضرت مولانا راجیکی صاحب حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے مستجاب الدعوات صحابہ میں سے تھے۔آپ صاحب رؤیا وکشوف بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے انہیں علم اللدنی عطا تھا۔ انہوں نے اپنے سوانح "حیات قدسی" کے نام سے شائع فرمائے تھے۔ اب حضرت مولانا کے صاحبزادہ مبشر احمد صاحب نے اس کتاب کی تحقیق و تدقیق کی ہے۔ محترم صدر صاحب مرکزیہ کے ارشاد کے تحت رسالہ میں اسے اس لئے شائع کیا جا رہا ہے۔ تا ہم غور کریں کہ احمدیت کے نُور سے ہم نے کیا استفادہ کیا۔ (ایڈیٹر)

خاندانی حالات

میرا نام غلام رسول ہے اور میرے والد مرحوم کا نام کرم الدین اور والدہ مرحومہ کا نام آمنہ بی بی تھا۔ میرے گاؤں کا نام راجیکی ہے جو گجرات شہر سے تقریباً چودہ کوس کے فاصلہ پر مغرب کی جانب آباد ہے۔

میری گوت وڑائچ ہے اور ضلع گجرات میں ہماری قوم کے ڈیڑھ سو سے اوپر دیہات ہیں جو شرقاً غرباً پچاس کوس میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہمارے مورثِ اعلیٰ کا نام راجہ تھا جس نے موضع راجیکی آباد کیا۔ ہمارا خاندان اور راجیکی کے قریباً تمام زمیندار اسی راجہ کی اولاد ہیں جو جیتو کے سب سے بڑے بیٹے ہری کا پوتا تھا۔

دَیر سے حَرم کی جانب

میرے آباؤ اجداد میں سے ایک بزرگ جن کا نام حاجی تھا اپنے بیٹے کو دینی تعلیم کے لئے حضرت محمود قادری کے پاس لاہور میں چھوڑ آئے جو زیورِ علم سے آراستہ ہونے کے بعد اپنے ہمعصر علماء میں خلیفہ عبدالرحیم کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت محمود قادری نے جب تقویٰ وطہارت اور زہد و تعبّد میں ان کا غیر معمولی شغف دیکھا تو اپنی صاحبزادی کا عقد اُن سے کر دیا۔ اور یوں وہ ہمیشہ کے لئے لاہور میں ہی اقامت گزیں ہوگئے اور وہیں وفات پائی۔ اُن کا مزار انار کلی بازار کے مغرب کی طرف پرانی جمی کے درختوں کے نیچے اب بھی موجود ہے۔

آپ کے متعلق آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد یحیٰی عُرف میاں نور صاحب نے اپنی تصنیف وسیلۃ الایمان میں تحریر فرمایا ہے کہ میرے والد ہمیشہ دن کو درس و تدریس اور رات کو یادِ الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے۔

حضرت میاں نُور صاحب

حضرت میاں نور صاحب اپنے والد حضرت خلیفہ عبدالرحیم صاحب کی وفات کے بعد اپنی برادری کے اصرار پر اپنے وطنِ مالوف راجیکی تشریف لے آئے اور گرد و نواح کے لوگوں کو اپنے علمی و روحانی فیضان سے ایک عرصہ تک شاد کام کرتے رہے۔ آپ نے ایک کتاب وسیلۃ الایمان فارسی میں اور دوسری اپنے صاحبزادہ حافظ عبدالغفور صاحب کی تعلیم کے لئے قصیدہ آمالی کی شرح عربی زبان میں تصنیف فرمائی تھی۔ ان ہر دو کتب کے مطالعہ سے آپ کے علمی تبحّر کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔ افسوس ہمارے یہ بزرگ احمد شاہ ابدالی کے پنجاب پر حملوں کے دوران عین نماز پڑھتے ہوئے مسجد میں شہید کر دیئے گئے اور اُن کا نادر کتب خانہ بھی جلا دیا گیا۔ مَیں نے ایک دفعہ رویاء میں دیکھا تھا کہ آپ کی لوحِ مزار پر جو بالکل سبز رنگ کی معلوم ہوتی ہے یہ شعر لکھا ہُوا ہے۔؎

جہاں اے برادر نہ ماند بکس ۔ دل اندر جہاں آفریں بند و بس

ولادت اور طفولیّت

خاکسار کی ولادت ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۹ء کے بین بین بھادوں کے مہینے میں بُدھ کے روز ہوئی۔ جب میرا تولّد ہُوا تو میرے بڑے بھائی میاں تاج محمود صاحب نے اصرار کیا کہ نومولود کا نام غلام رسول رکھا جائے چنانچہ والد صاحب محترم نے ان کی خاطر ملحوظ رکھتے ہوئے یہی نام رکھ دیا۔ جو بالکل میرے مناسبِ حال ثابت ہُوا اور واقعی میرے مولا کریم نے مجھے مرسلِ وقت کی غلامی سے نواز لیا۔ میری والدہ ماجدہ نے میری پیدائش سے پہلے رؤیا میں دیکھا تھا کہ ہمارے گھر میں ایک چراغ روشن ہُوا ہے جس کی روشنی سے تمام گھر جگمگا اُٹھا ہے۔ جب مَیں چار پانچ سال کا ہُوا تو میرے والد صاحب نے مجھے قرآن مجید کی تعلیم کے لئے گاؤں کے ایک مکتب میں بٹھا دیا۔ اور اس کے بعد قصبہ مگو وال کے پرائمری سکول میں داخل کر دیا۔ ۱۸۹۲ء میں پرائمری پاس کرنے کے بعد مَیں نے کنجاہ کے مڈل سکول میں داخلہ لے لیا۔ لیکن ابھی چھٹی جماعت میں ہی زیرِ تعلیم تھا کہ میرے بڑے بھائی میاں تاج محمود صاحب کا انتقال ہوگیا۔ والد صاحب جو پہلے ہی اپنے دو بیٹوں میاں حسام الدین اور میاں نجم الدین کے فوت ہوجانے کی وجہ سے

شکستہ خاطر تھے۔ اس جوان عمر بیٹے کی وفات سے اور بھی شکستہ خاطر ہو گئے اور مجھے ارشاد فرمایا کہ بیٹا! اب تم ہمارے پاس ہی رہا کرو۔ چنانچہ مَیں نے سکول چھوڑ دیا اور اپنے گاؤں میں ہی میاں محمد دین صاحب کشمیری سے فارسی پڑھنا شروع کر دی۔ میاں صاحب موصوف چونکہ سکندر نامہ اور ابوالفضل تک فارسی زبان سے بخوبی واقف تھے۔ اس لئے مجھے ان کتابوں کے پڑھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔

مثنوی مولانا رُوم سے استفادہ

اس کے بعد میرے دل میں مثنوی مولانا روم پڑھنے کا شوق پیدا ہُوا اور مَیں والدین سے اجازت لے کر غالباً ۱۸۹۶ء میں مولوی امام الدین صاحب سے مثنوی پڑھنے کے لئے موضع گولیکی چلا آیا۔ مولوی صاحب پہلے تو پڑھانے سے کچھ متامل ہوئے مگر بعد میں یہ کہتے ہوئے کہ آپ بزرگوں کی اولاد ہیں مجھے مثنوی پڑھانے پر رضامند ہو گئے۔ جس زمانہ میں خاکسار نے مثنوی پڑھنا شروع کی قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل اور مولوی غلام رسول صاحب ساکن لنگہ آپ سے صرف و نحو اور منطق کی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ آپ مجھے بھی ان دونوں کا سبق سننے کی تاکید فرماتے لیکن مجھے اس زمانہ میں تصوف کے سوا اور کسی علم سے شغف نہ تھا۔ مولوی صاحب کے احترام کی وجہ سے سبق میں شامل ہو جاتا۔ لیکن میرے پاس نہ تو کوئی کتاب تھی اور نہ ہی مجھے ان علوم سے کسی قسم کی دلچسپی تھی۔ صرف مولوی صاحب کے کہنے پر اُن کے پاس بیٹھ جاتا اور وہ بھی کئی کئی روز کے ناغے کے بعد اس لئے مَیں ان علوم کی کوئی کتاب بھی باقاعدہ نہیں پڑھ سکا۔ ہاں مثنوی کے شغل میں بہت سرگرم تھا۔ اور بعض دفعہ مثنوی کا کوئی شعر سمجھ میں نہ آتا اور نہ ہی مولوی صاحب کی تشریح سے تشفی ہوتی تو عالمِ خواب میں خود مولانا روم اس شعر کا مطلب سمجھا جاتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان اشعار میں سے ایک مثنوی کا ابتدائی شعر بھی تھا جو اس طرح ہے ؎

بشنو از نے چوں حکایت میکند ٭ واز جدائی ہا شکایت میکند

اس شعر میں جو "نے" کا لفظ آیا ہے مولوی صاحب نے جب اس کی تشریح کی تو میری تشفی نہ ہوئی۔ چنانچہ رات کو مولانا روم نے خواب میں آکر مجھے سمجھایا کہ "نے" سے مراد عام واصل باللہ انسان نہیں بلکہ وہ خاص واصل باللہ انسان مراد ہے جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر بھٹکی ہوئی روحوں کو آستانۂ الوہیّت پر لانے کے لئے جان کی بازی لگا دیتا ہے اور جسے ایک طرف خدا کا وصال حاصل ہوتا ہے اور دوسری طرف لوگوں کی خدا سے جدائی کے غم میں لعلّك باخع نفسك الا يكونوا مومنين کا مقام بھی رکھتا ہے۔ گویا اس شعر میں "نے" سے مراد نبی ہے۔ حکایت سے مراد وحیِ الٰہی ہے۔ جدائی سے مراد مخلوق کی خدا سے دُوری ہے۔ اور شکایت سے مراد اظہارِ درد و غم ہے۔

مثنوی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ گولیکی میں مجاہدات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ مَیں وہاں اکثر صوم الوصال کے روزے رکھا کرتا اور مغرب کی نماز کے بعد سورۂ یٰسین۔ سورۂ ملک۔ سورۂ مزمّل۔ درودِ اکبر۔ درود مستغاث۔ درود وصال اور درود کبریت احمر

کا وظیفہ بالالتزام کیا کرتا تھا۔ علاوہ ازیں موضع گولیکی اور موضع خوجیانوالی کے درمیان ریت کے ٹیلوں پر محاسبہ اور مراقبہ کی غرض سے بھی جایا کرتا۔ اُس زمانہ میں خلوت گزینی اور صحرا نشینی میرا بہت ہی محبوب مشغلہ تھا اور مجھے اس میں انتہائی لطف محسوس ہوتا تھا۔

تین واقعات

(۱)۔ دُعائے مستجاب

جب مَیں گولیکی میں صوم الوصال کے روزے رکھا کرتا تھا۔ ایک دن مجھے نقاہت کی وجہ سے دُودھ پینے کی ضرورت محسوس ہوئی تو موضع مذکور کا ایک زمیندار مسمّی اللہ دتّا از خود میرے لئے دُودھ کا ایک بدھنا لے آیا۔ اور اسی طرح تقریباً ہفتہ بھر بغیر کسی تحریک کے وہ دودھ لاتا رہا۔ اس سے قبل چونکہ میری اس شخص سے کوئی شناسائی نہ تھی۔ اس لئے مَیں نے ایک روز اُس سے اِس مدارات کا سبب پوچھا۔ وہ کہنے لگا آپ چونکہ راجیکے والے بزرگوں کی اولاد میں سے ہیں اور پھر ہر روز آٹھ پہرہ روزہ رکھتے ہیں۔ اس لئے مجھے خیال آیا کہ مَیں آپ کی کوئی خدمت کروں۔ مَیں نے کہا کہ اگر آج تم اس خدمت گذاری کی اصل وجہ نہیں بتاؤ گے تو مَیں یہ دُودھ ہرگز نہیں پیوں گا۔ وہ کہنے لگا یہ خدمت تو مَیں فقط ثواب کی خاطر کر رہا ہوں مگر ویسے آپ کی دعاؤں کا ضرور محتاج ہوں کیونکہ میرے سات بچے اَب تک فوت ہو چکے ہیں۔ اور ان بچوں کے یکے بعد دیگرے فوت ہو جانے کی وجہ سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اٹھرا کا مرض ہے اور بعض کا خیال ہے کہ یہ کسی جادو کا نتیجہ ہے۔ مَیں نے اسے تسلّی دی لیکن چند دن کے بعد جب اس کا آخری لڑکا بھی فوت ہو گیا تو وہ پھر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ میرے لئے دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور آئندہ ان صدمات سے محفوظ رکھے۔ مَیں نے جب اس کی دَرد بھری التجائیں سُنیں تو میرا دل اس کی حالت پر پگھل گیا۔ اور مَیں نے اسے کہا کہ مَیں انشاء اللہ تمہارے لئے دُعا کروں گا اور جب تک میرا مولیٰ کریم تمہارے بارہ میں میری تسلّی نہ فرما دے مَیں انشاء اللہ دُعا کا سلسلہ جاری رکھوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد جب مَیں نے متواتر ایک عرصہ تک اس کے لئے دعا کی تو میرے خیر الراحمین خدا نے مجھے بشارت دی کہ اب اللہ دتہ کا کوئی بچہ بچپن میں فوت نہیں ہو گا۔ چنانچہ مَیں نے یہ بشارت اسی وقت اللہ دتہ اور بعض دوسرے دوستوں کو سُنا دی اور اس کے بعد جیسا کہ مولا کریم نے بتایا تھا اس کے ہاں دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جو خدا کے فضل سے بڑے ہوئے اور اب صاحب اولاد ہیں۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

(۲)۔ ایک لطیفہ

موضع گولیکی کے قیام کے دوران جو دوست اکثر میرے پاس آیا کرتے تھے ان میں سے ایک چوہدری ولی محمد بھی تھے جو ان دنوں عنفوانِ شباب میں تھے اور اکثر اپنے معاشقہ کی داستان سُنا سُنا کر مجھے دُعا کے لئے کہتے رہتے۔ مَیں اس کے جواب میں

صورت بھی رکھتے ہیں ؎

جو حادثات ترے آستاں پہ لے آئیں ؎ وہ حادثات بڑے خوشگوار ہوتے ہیں

(۳). غیبی ضیافت

میری نوجوانی کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ مَیں اور میرے چچازاد بھائی میاں غلام حیدر صاحب ایک دفعہ لاہور اپنے بعض رشتہ داروں کو ملنے گئے۔ چند دنوں کے بعد جب ہم نے واپس گاؤں آنے کا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے ازراہِ محبت اصرار کیا کہ آپ ابھی کچھ دن اور ٹھہریں مگر ہم دونوں کی طبیعت کچھ ایسی اچاٹ ہوئی کہ ہمارا وہاں مزید ٹھہرنا مشکل ہوگیا۔ چنانچہ ہم نے اپنا سامان وہیں چھوڑا اور پیدل ہی چل پڑے۔ نو پیسے ہمارے پاس تھے۔ دریائے راوی کے پتن پہ آئے تو ملّاحوں کو دو پیسے چراغی دے کر کشتی کے ذریعہ دریا کو عبور کیا۔ چلتے چلتے جب منڈی کاموکے سے کوئی چار میل کے فاصلہ پر پہنچے تو سورج غروب ہوگیا۔ اُدھر میاں غلام حیدر کو سفر کی تکان اور سردی کی شدت سے بخار سا محسوس ہونے لگا۔ پاس ہی ایک سکھوں کا گاؤں تھا ہم نے چاہا کہ رات وہاں بسر کریں۔ مگر کوئی صورت نہ بنی۔ آخر افتاں و خیزاں دس گیارہ بجے کے قریب ہم کاموکے پہنچے۔ اور وہاں ایک ویران سی مسجد میں ڈیرے ڈال دیئے۔ مسجد کا ایک ہی کمرہ تھا جس میں کچھ کسیر بچھی ہوئی تھی اور اس کے ایک گوشہ میں کوئی مسافر لیٹا ہوا تھا۔ مَیں نے میاں غلام حیدر کو کسیر پہ لٹا دیا اور اپنا کھیس اتار کر ان کے اوپر دے دیا۔ اور خود کھانا لانے کے لئے بازار کی طرف چل پڑا۔ جب بازار پہنچا تو دیکھا تمام دکانیں بند تھیں اور چاروں طرف ہُو کا عالم تھا۔ کوشش کے باوجود جب کوئی سبیل نہ بنی تو میں واپس مسجد میں آگیا۔ دیکھا تو میاں غلام حیدر کا بخار کافی تیز ہوچکا تھا۔ اب میں حیران ہُوا کہ اس غریب الوطنی میں اگر خوانخواستہ میاں غلام حیدر کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تو کیا ہوگا! یہ خیال کر کے میرا دل بھر آیا اور میں خدا کے حضور سجدہ میں گر گیا اور گڑ گڑا کر دُعا مانگی کہ اے ماؤں سے زیادہ رحم کرنے والے خدا! ہم پر رحم کر۔ خدا کی قدرت ہے کہ دُعا کے بعد جب مَیں ناک صاف کرنے کے لئے مسجد کا دروازہ کھول کر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی اجنبی شخص ایک ہاتھ میں روٹیاں اور حلوے کا طشت اور دوسرے ہاتھ میں سالن کا پیالہ لئے کھڑا ہے۔ مَیں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا کہ نصف رات گذرے یہ شخص یہاں کیوں کھڑا ہے؟ خیر مَیں نے اس سے پوچھا آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں۔ وہ کہنے لگا مَیں آپ سے ہی ملنا چاہتا تھا۔ آپ یہ کھانا لے لیں۔ مَیں نے پوچھا کہ کھانا کھانے کے بعد یہ برتن کس کو دُوں؟ کہنے لگا وہیں رکھ دینا۔ چنانچہ وہ کھانا مَیں نے اس شخص سے لے لیا اور مسجد میں آکر کچھ شوربہ میاں غلام حیدر کو پلایا تو ان کی طبیعت سنبھل گئی۔ اس کے بعد وہ کھانا ہم نے سیر ہو کر کھایا مگر پھر بھی ایک آدمی کا کھانا بچ گیا۔ وہ مسافر جو مسجد کے ایک گوشہ میں لیٹا ہُوا تھا کہنے لگا مَیں نے بھی ابھی کھانا نہیں کھایا۔ چنانچہ وہ کھانا اسے دے دیا گیا اور جب اس نے بھی کھانا کھا لیا تو ہم نے برتنوں کو وہیں ایک طرف رکھ دیا اور مسجد کی کنڈی لگا کر سو گئے۔ صبح دیکھا تو مسجد کی کنڈی اسی طرح لگی ہوئی تھی اور وہ مسافر پڑا خراٹے لے رہا تھا مگر وہ برتن غائب تھے۔ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰسٓ) ؎

اِن سے ملیے

ملک عبد اللطیف صاحب ناظم ضلع لاہور

ملک عبداللطیف صاحب ناظم ضلع لاہور عمر کی اٹھاون بہاریں دیکھ چکے ہیں۔ وہ قادیان سے قریباً سات میل کے فاصلہ پر سنکوہہ گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ ۱۹۳۴ء میں یہ جماعت میں داخل ہوئے۔ قبول احمدیت ایک کشف کی بناء پر کی۔ خواب میں دیکھا کہ اللہ جلّ جلالہ تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے پوچھا اللہ جی! مرزا صاحب سچے ہیں۔ تو اللہ العالمین نے بڑی جلالی آواز میں فرمایا۔ ہاں سچے ہیں تجھے نہیں پتہ۔ اس سے پہلے ان کے بھائی احمدی ہو چکے تھے۔ یہ اُن کے ساتھ مل کر نماز تو پڑھ لیتے تھے لیکن ابھی احمدی نہ تھے۔ اس رؤیا کے بعد انہوں نے بیعت کر لی۔

ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے پرائمری سکول میں حاصل کی۔ پھر قادیان مدرسہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ جامعہ احمدیہ سے مولوی فاضل کیا۔ قادیان کی تعلیم کے زمانہ میں آپ کو حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کے گھر میں تربیت میسّر ہوئی۔ میٹرک کا امتحان پرائیویٹ دیا۔ آج کل نسبت روڈ پر کاغذ کی تجارت کاروبار کرتے ہیں۔ طبیعت نہایت سادہ۔ خدا اور اس کے رسول سے محبت رکھتے ہیں۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے۔ مہمان نوازی کا جذبہ وافر پایا ہے۔ حضرت میر صاحب کی صحبت کے نتیجہ میں خوف خدا اور غرباء سے ہمدردی کا جذبہ آپ کو ودیعت ہوا۔ مولانا غلام حسین صاحب ایاز مبلغ سنگاپور کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی۔

ناظم ضلع انصار اللہ کے ساتھ لاہور کی جماعت کے سیکرٹری اصلاح وارشاد بھی ہیں۔ ہمارے نمائندہ کو بتلایا کہ ۱۹۶۹ء کی بات ہے مرکز کی طرف سے مولانا ابوالعطاء صاحب اور چوہدری ظہور احمد صاحب قائدین مرکزیہ لاہور تشریف لائے۔ اور ملک صاحب سے انصار اللہ لاہور کے بارہ میں مختلف سوالات کرتے رہے۔ یہ دونوں بزرگ صدر صاحب مرکزیہ کے ارشاد پر لاہور آئے تھے تا لاہور میں انصار اللہ کے کام کا جائزہ لیں۔ اس وقت لاہور کے ناظم چوہدری عبدالحق صاحب ایس ڈی او تھے ۱۹۶۹ء میں اُن پر فالج کا حملہ ہوا۔ وہ صاحب فراش ہو گئے۔ تو مرکز نے ملک عبداللطیف صاحب کو ناظم ضلع مقرر کیا۔ ملک صاحب نے بتلایا کہ مجھے ناظم مقرر کیا۔ تو مَیں اس بھاری اضافی ذمّہ داری کی وجہ سے کانپ گیا۔ مَیں نے خدا سے بہت عاجزانہ دُعائیں کیں۔ الحمد للہ کہ خدا نے میری تضرعات کو سُنا۔ اور ایسا لمحہ آیا کہ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے لاہور کے ایک مقامی اجتماع کے موقعہ پر خوشنودی کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ لاہور کی مجلس سے ہمیں تیس فیصد بھی چندہ وصول نہ ہوتا تھا۔ لیکن اب وصولی سو فیصد ہے۔

محترم ملک صاحب نے فرمایا۔ سلسلہ کے کام کیلئے دل میں ایک درد تھا الحمد للہ کہ خدا تعالےٰ نے ہماری مساعی کو بابرکت فرمایا

ناظم صاحب ضلع نے فرمایا کہ ایک موقعہ پر ہم دو کاروں میں ایک دیہاتی مجلس میں گئے۔ ہمیں نو میل کچی سڑک پر جانا پڑا۔ کھانے کی بجائے ہمیں صرف چائے پر گذارہ کرنا پڑا۔ اور پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے ہم نے ایک بھٹی سے بھنے ہوئے چنے خریدے لیکن آج تک اس کا لطف نہیں بھولا۔

تقسیم ملک کے بعد ۱۹۵۲ء میں ملک صاحب نے لاہور میں ڈیرہ ڈالا۔ پہلا جماعتی عہدہ آپ کو ۱۹۵۵ء میں عطا ہوا۔ آپ خدام الاحمدیہ کے زعیم مقرر ہوئے اور پھر حلقہ سنت نگر کے سیکرٹری مال۔ اس کے بعد کرشن نگر کے صدر۔ ۱۹۶۹ء سے آپ لاہور شہر کے سیکرٹری اصلاح وارشاد ہیں۔ اس کے ساتھ آپ ناظم ضلع و زعیم اعلیٰ شہر و ضلع لاہور ہیں۔ ضلع قصور کے ناظم اعلیٰ بھی آپ ہی ہیں۔

۱۹۷۰ء میں آپ کی زیرِ قیادت لاہور کی مجلس کو علم انعامی عطا ہوا۔ ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۶ء تک لاہور کی مجلس اسلامیہ پارک کو یہ اعزاز نصیب ہوا جس کے زعیم چوہدری نصیر احمد صاحب ہیں۔ گویا مجموعی طور پر چار بار آپ کی مجلس نے علم انعامی حاصل کیا وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ ۱۹۷۱ء اور ۱۹۷۸ء میں آپ کی مجلس دوئم رہی چنانچہ آپ نے سند خوشنودی حاصل کی۔ لاہور شہر میں انصاراللہ کے ممبران کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے۔ ضلع میں کل بتیس مجالس ہیں۔

ملک صاحب محترم سے ہمارے نمائندہ نے سوال کیا۔ انصار بھائیوں کو کام کے سلسلہ میں آپ کیا مشورہ دیتے ہیں؛ جواب میں ملک صاحب محترم نے فرمایا۔ مستقل مزاجی سے تربیتی اور تعلیمی امور کی طرف توجہ فرمائیں اور کبھی سست نہ ہوں۔

ذیلی تنظیموں کی برکت اور افادیت کے بارہ میں دریافت کیا تو محترم ملک صاحب نے کہا یہ بہت مفید ہیں۔ ہم عمر بے تکلفی سے آپس میں نیک کاموں میں تعاون کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو عمل پر ابھارتے ہیں۔

ملک صاحب سے پوچھا کہ سست ممبران کی اصلاح کے لئے آپ نے کیا طریق اختیار کیا ہے؟ ملک صاحب نے جواب دیا سست ممبران سے ذاتی تعلق پیدا کر کے اُن کی راہنمائی کی جاتی ہے۔ اگر ممکن ہو تو اُن کے نجی امور میں دلچسپی لی جاتی ہے۔

نامہ نگار نے سوال کیا سلسلہ کی خدمت کی برکت آپ نے اپنی ذات میں کیا محسوس کی۔ جواباً کہا۔ سر سے پاؤں تک میں محسوس کرتا ہوں کہ سلسلہ کی برکت سے مَیں نیست سے ہست کی مثال ہوں۔ اپنے آپ کو سلسلہ کے احسانات میں ڈوبا ہوا محسوس کرتا ہوں۔

آپ کی رائے اور علم میں انصاراللہ کی تنظیم کی غرض کیا ہے؟ جواب ملا اس کی غرض تعاون علی البرّ والتقویٰ اور نظام خلافت کا استحکام اور باہمی اخوت و ہمدردی۔ جماعت کی علمی و روحانی تربیت اور تعلق باللہ میں ترقی کی راہوں پر قدم مارنا ہے۔

آپ سے کہا گیا کہ نمایاں کام کرنے والے عہدیداروں کے ناموں سے مطلع فرمادیں۔ آپ نے فرمایا علم انعامی کے حصول میں شیخ عبدالوہاب سابق منتظم عمومی کی حیثیت سے شیخ احمد علی صاحب نے منتظم مال اور چوہدری نصیر احمد صاحب نائب ناظم

اور چوہدری الطاف صاحب کا نام لیا۔

ضلع لاہور کی نمایاں مجالس اور اُن کے عہدیداروں کے بارہ میں آپ نے کہا. حلقہ دارالذکر کی مجلس سر فہرست ہے۔ اس کے زعیم میجر عبداللطیف صاحب ہیں۔ دوسرے نمبر پر حلقہ اسلامیہ پارک ہے اس کے زعیم چوہدری نصیر احمد صاحب ہیں۔ اور تیسرے نمبر پر مجلس مغلپورہ ہے جس کے زعیم میاں عبدالحکیم صاحب ہیں۔ ضلع لاہور مجلس انصار اللہ کا موجودہ بجٹ ستاون ہزار روپے ہے۔

آخری سوال آپ سے یہ تھا کہ مجلس انصار اللہ کے تجویز کردہ پروگرام میں سے کس شق یا شعبہ میں آپ کی مجلس نے نمایاں کام کیا ہے؟ محترم ملک صاحب نے کہا۔ اصلاح و ارشاد کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے امسال بیالیس بیعتیں ہوئیں۔ پیغام مذاکرہ، ملاقات، اور انعقاد مجالس کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے۔ اس بارہ میں مجلس عاملہ میں پروگرام بنا کر مرکزی ہدایات کے مطابق عمل کیا جاتا ہے۔ مربیان اور جماعت کے عہدیداران کا تعاون حاصل کیا جاتا ہے۔ مرکز سے آمدہ عہدیداران اور انسپکٹر صاحبان سے اکثر تعاون حاصل کیا جاتا ہے۔ مختلف مجالس میں تربیتی اجتماعات منعقد کئے جاتے ہیں۔ تمام مجالس کے دورے کئے جاتے ہیں۔ اصلاح و ارشاد کے سلسلہ میں سلائیڈز، لٹریچر اور مجالس مذاکرہ اور تقاریر سے کام لیا جاتا ہے۔ کامیابی کا راز ٹیم ورک میں مضمر ہے۔ اپنے ساتھیوں میں تقسیم عمل اور اس کی نگرانی نے مجھے بہت فائدہ دیا ہے۔

محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب صدر مجلس کا سیالکوٹ میں ورود

۱۸ ستمبر بروز جمعۃ المبارک چار بجے سہ پہر میاں محمد شفیع صاحب کی کوٹھی پر ایک مجلس مذاکرہ انصار اللہ سیالکوٹ شہر منعقد ہوئی۔ اس مجلس میں محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے بھی از راہ کرم تشریف لاکر شرکت فرمائی۔ ایک ہزار کے قریب اصحاب اس میں شامل ہوئے جن میں وکلاء، تجار، صنعت کار، زمیندار، کالجوں کے طلباء اور دیگر تعلیم یافتہ افراد شامل تھے۔ مہمانوں کے تحریری سوالات کے جواب صدر محترم نے نہایت مدلّل اور مؤثر انداز میں دیئے۔ آپ ہر سوال خود پڑھ کر سناتے اگر اس میں کوئی کمی ہوتی تو اسے خود پورا کر کے پھر نہایت مدلّل اور دلچسپ رنگ میں اس کا جواب دیتے۔ حاضرین مجلس جوابات سے بہت متاثر ہوئے۔ الحمد للہ کہ یہ مجلس بہت مفید اور کامیاب رہی۔

مجلس مذاکرہ سے قبل صدر محترم نے جامع مسجد کبوتراں والی میں نماز جمعہ پڑھائی۔ جس میں ملحقہ دیہات کے بہت سے احباب بھی شامل ہوئے۔ نماز جمعہ کے بعد صدر محترم نے پہلے تحصیل سیالکوٹ کے زعماء انصار اللہ سے خطاب فرمایا پھر احمدیہ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن سیالکوٹ کے اراکین سے ملاقات فرمائی اور انہیں اپنی نہایت قیمتی نصائح سے نوازا۔

خواجہ غلام احمد

(منتظم اصلاح و ارشاد سیالکوٹ شہر)

حَیۡثُ مَا کُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡھَکُمۡ شَطۡرَہٗ

قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر انصار اللہ کے قیام کی غرض و غایت یوں بیان فرماتے ہیں :-

"ہماری جماعت کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کہ ہم نے تمام دُنیا کی اصلاح کرنی ہے۔ تمام دُنیا کو اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر جھکانا ہے۔ تمام دُنیا احمدیت میں داخل کرنا ہے۔ تمام دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کو قائم کرنا ہے۔ مگر یہ عظیم الشان کام اس وقت تک سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔ جب تک کہ ہماری جماعت کے تمام افراد خواہ بچے ہوں یا نوجوان ہوں یا بوڑھے ہوں۔ اپنی اندرونی تنظیم کو مکمل نہیں کر لیتے اور اس لائحہ عمل کے مطابق دن اور رات عمل نہیں کرتے جو ان کے لئے تجویز کیا گیا ہے .... اس اندرونی اصلاح اور تنظیم کو مکمل کرنے کے لئے مَیں نے خدام الاحمدیہ، انصار اللہ اور اطفال الاحمدیہ تین جماعتیں قائم کی ہیں۔ اور یہ تینوں اپنے مقصد میں جو ان کے قیام کا باعث ہے اس وقت کامیاب ہو سکتی ہیں جب انصار اللہ، خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ اس اصل کو مدِ نظر رکھیں جو حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہٗ میں بیان کیا گیا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ تبوک ۱۳۲۳ ہش / ۱۹۴۴ء)

(ماخوذ از الفضل ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۴ء)